إِنَّ أُحُدًا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (البخاری)

سیرتِ سید الشہداء، غسیل الملائکہ، عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

اسد اللہ واسد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو العمارة

حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ



............:مرتبہ:............

حافظ سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری نقشبندی قادری

فاضل جامعہ نظامیہ، ایم۔اے، ایم فل۔ و پی ایچ ڈی اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی

ڈائرکٹر AFIRC، حیدرآباد دکن۔انڈیا۔7416387879

ناشر

ابوالفداء اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد۔الھند

سیرتِ سید الشہداء، عمِّ رسول اللہ ﷺ، أسد اللہ وأسد الرسول ﷺ، غسیل الملائکۃ، أبو العمارۃ

حضرت سیدنا أمیر حمزۃ رضی اللہ عنہ

مرتبہ:

حافظ سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری نقشبندی قادری

فاضل جامعہ نظامیہ، ایم۔ اے، ایم فل۔ وپی ایچ ڈی اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی

ڈائرکٹر AFIRC، حیدرآباد دکن۔ انڈیا۔7416387879

ناشر

ابوالفداء اسلامک ریسرچ سنٹر،

حیدرآباد۔ الھند

سیرتِ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

کتاب	:	سیرت حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ
مرتب	:	حافظ سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری
سنِ اشاعت	:	1442ھ م2020
ناشر	:	ابو الفداء اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد۔ الھند
زیر اہتمام	:	بزم طلبائے قدیم و محبانِ جامعہ نظامیہ، جدہ، سعودی عربیہ
کتاب ملنے کے پتے	:	سید شاہ سعد اللہ بشیر انس بخاری ، بیت البرکات ، -3-19 A/703/A/8/2، شکر گنج، حیدرآباد۔ انڈیا۔ 500053 – 9885775719-91 مسجد حضرت سید شاہ فیض اللہ حسینیؒ، شکر گنج، حیدرآباد۔ مولانا محمد منظور احمد نقشبندی، مسجد میر اولیاءؒ، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد۔9985354259 مولانا محمد مختار خان ، مسجد تکیہ ظہور شاہؒ، سید علی چبوترہ ، حیدرآباد۔9966076839 مولانا محمد اکرم جامعہ انوار القرآن للبنات ، ، حکیم پیٹ ، حیدرآباد۔

فہرست

.1	تقریظ: حضرت العلامہ ابو رجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی	6
.2	تقریظ: حضرت العلامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفی شریف نقشبندی	10
.3	حرفِ آغاز: حافظ ڈاکٹر سید شاہ خلیل اللہ اویس بخاری نقشبندی	13
.4	آغازِ کتاب۔ سیرتِ سیدنا أمیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ	17
.5	نام، کنیت، القاب، سلسلۂ نسب	17
.6	والدِ ماجد، حضرت سیدنا عبد المطلب	17
.7	والدۂ ماجدہ، ھالہ بنت وھیب بن عبد مناف	20
.8	ولادتِ حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ	20
.9	رضاعتِ حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ	20
.10	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تعلق	23
.11	حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد مبارک	23
.12	حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ۔ قبل از اسلام	25
.13	قبولِ اسلام	25

.14	فضائل و مناقب: حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ	29
.15	ہجرتِ مدینہ منورہ	32
.16	مواخات	32
.17	غزوات و سرایا	33
.18	سریہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	34
.19	غزوۂ ودان۔ غزوۂ ابواء	35
.20	غزوۂ ذوالعشیرہ	35
.21	غزوۂ بدر	36
.22	غزوۂ بنو قینقاع	41
.23	غزوۂ احد	42
.24	اہلِ اسلام کی صفوں میں افراتفری	48
.25	شہادتِ حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ	51
.26	جسدِ مبارک کی بے حرمتی	52
.27	وحشی، دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	55
.28	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کی تلاش	57
.29	حضرت صفیہ۔ رضی اللہ عنہا۔ کا صبر واستقلال	59
.30	شہداء احد کی مزارات کی زیارت سنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم	61

.31	قبرِ مبارک کی کشادگی	63
.32	حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ۔ غسیل الملائکۃ۔	65
.33	حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ۔ فیوض و کرامات	65
.34	اولادِ نرینہ کیلئے مجرب وظیفہ	66
.35	خاتمۃ الکتاب	67
.36	اھل بیتِ اطہار سے محبت و مودت عینِ ایمان	67
.37	صحابہ کرام کا مقام اور مرتبہ	67
.38	کیا غزوۂ احد میں صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی؟	68
.39	صحابہ کرام کے مابین مراتب اور درجات کا لحاظ رکھنا	70
.40	مشاجراتِ صحابہ۔ حضرت شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	70
.41	منقبت دربارگاہِ حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	72

تقریظ

از: پیرِ طریقت مصحح دلائل الخیرات حضرت العلامہ ابو رجاء

سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی مجددی قادریؒ (1)

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ أفضل صلواتک وعدد معلوماتک وبارک وسلم. أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور ان کو ضلالت و گمراہی سے بچانے کیلئے وقتاً فوقتاً انبیاءِ کرام اور رسولانِ عظام -علیہم السلام- کو روانہ فرماتا رہا، یہاں تک حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، سید الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی ﷺ کا ظہور عمل میں آیا، آپ کی تخلیق تو سب سے اول ہوئی اور بعثت سب سے آخر ہوئی، آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تبلیغِ دینِ حنیف کی ذمہ داری اہلِ بیتِ اطہار و صحابہ ءکرام -علیہم الرضوان- کے سپرد کی گئی جنہوں نے اس کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ سوادِ اعظم اہلِ سنت والجماعت وہ جماعت ہے جو اہلِ بیت اطہار کی نجات والی کشتی میں سوار بھی ہے اور صحابہ ءکرام کے ستاروں کی روشنی سے

---

1) یہ حضرت ابو رجاء علیہ الرحمہ کا آخری مقدمہ ہے جو آپ نے اپنی رحلتِ مبارک سے کچھ ایام قبل رقم فرمایا تھا، اس کتاب کی اجراء حضرتؒ کی حینِ حیات ہی میں ہونی تھی مگر کچھ ناگزیر وجوہات کے باعث اس کی اشاعت میں تاخیر ہوئی - اللہ عزوجل حضرت سید الشہداء کے صدقے و طفیل حضرت ابو رجاءؒ کی بے حد وگمان بخشش ومغفرت فرما۔(از: مؤلف کتاب)

فیض یاب بھی ہو رہے ہیں، یہی ہمارے حق پر ہونے کی سب سے قوی دلیل ہے۔ یوں تو ہمارے لئے سارے صحابہ ءکرام واجب الاحترام و تعظیم ہیں مگر کچھ کو کچھ پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے، اور کچھ وہ ہیں جن کو رسولِ مکرم ﷺ سے خاص نسبت و انسیت رہی جس کے باعث عشاقانِ رسول ﷺ کو بھی ان مقدس ہستیوں سے محبت و عقیدت رہی ہے۔ ان ہی مبارک ہستیوں میں حضرت سیدنا عم رسول اللہ، سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ مبارک ہیں۔

حضرت سید الشہداء کا اس عاجز پر خاص عنایات و کرم رہتا ہے، جب بھی مدینۂ پاک کی حاضری کے اسباب نہیں بن پاتے تو یہ عاجز حضرت حمزہ کے وسیلہ سے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا معروضہ پیش کرتا ہے تو فوراً دربارِ رسالت سے بلاوا آجاتا ہے۔ اور جب بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اپنے خالی دامن کو فیوض وبرکات سے بھر کرلے آتا۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر

حضرت سیدنا حمزرہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سے ایک خاص تعلق اور نسبت تھی جس کا ثبوت ہمیں کتبِ احادیث شریفہ اور سیرتِ پاک میں واضح نظر آتا ہے۔ حضرت حمزہ کا اسلام قبول کرنا بھی صرف اور صرف حضور ﷺ کی محبت اور وارفتگی کی وجہ سے تھا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہ رہی۔ نبی کریم ﷺ کو آپ سے کتنی محبت و تعلق تھا اس کا اظہار ذیل کی حدیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے چچا کی خواہش پر ان کو جبریل امین کا دیدار کروایا۔

ابن سعد اور بیہقی میں روایت منقول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ! میں حضرت جبریل امین کو ان کی اصلی تصویر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: چچا جان آپ ان کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے، حضرت حمزہ نے کہا: یہ درست ہے مگر آپ مجھے ان کا جلوہ دکھایئے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: آپ یہاں بیٹھ جایئے۔ لہذا آپ بیٹھ گئے ۔کچھ دیر گذری تھی کہ حضرت جبریل اس لکڑی پر نزول فرمائے جو کہ کعبہ میں نصب تھی اور مشرکین مکہ طواف کے دوران اس پر کپڑا ڈال دیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: چچا اپنی نگاہ اٹھایئے۔ آپ نے جب نگاہ اٹھائی تو دیکھا ان کے دونوں پیر زبرجد کی مانند ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ بے ہوش ہوگئے۔

اس کے علاوہ اسلام کی سب سے پہلی مہم اور سریہ کیلئے جو تیس افراد پر مشتمل لشکر آقائے نامدار ﷺ نے سیف البحر کی سمت روانہ فرمایا اس کے امیر لشکر حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا گیا۔

حضرت حمزہ کی شہادت سے حضور اکرم ﷺ کو اس قدر شدید رنج و غم ہوا کہ آپ کے چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا: "سب کیلئے رونے والے ہیں مگر میرے چچا حمزہ پر کوئی آنسو بہانے والا بھی نہیں۔"

شیخ المحققین سید العلماء، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاریؒ نے مدارج النبوہ میں نقل کیا ہے: "قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہداء کے قبور کی زیارت کیلئے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا تو یہ شہداء اس سلام کا جواب دیں گے۔"

قابلِ مبارکباد ہے عزیزم حافظ و قاری ابوذکاء سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس ، فاضل جامعہ نظامیہ و پی ایچ ڈی اسکالر جامعہ عثمانیہ، جنہوں نے اس اہم موضوع پر اپنا قلم اٹھایا جس کی اہل سنت والجماعت کی جانب سے نمائندگی ضروری تھی۔ حافظ صاحب نے اس سے قبل بھی کئی اہم عنوانات پر کئی کتب کو ترتیب و تصنیف کیا ہے جو عوام و خواص کے درمیان بے حد مقبول رہیں۔ کتاب ہذا میں حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ کا مکمل احاطہ کیا گیا، خاص کر خاتمۃ الکتاب میں اہم سوالات وضروری عقائد کی وضاحت بڑے شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا گیا، اس موضوع پر اہل سنت والجماعت کے نزدیک بہت کم تصانیف ملتی ہے، ایک سمت بد عقیدہ حضرات نے اہلِ بیت کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو اپنی عادتِ ثانیہ بنا چکے ہیں تو دوسری سمت اہلِ تشیع حضرات نے اس موضوع پر اصحابِ نبی ﷺ پر سبّ و شتم کا راستہ اختیار کیا۔ ایسے نازک اور اہم موضوع پر مرتب کتاب نے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ ہاتھ سے جانے نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ باری الہا اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے صدقے و طفیل ان کو جید حافظ قرآن باقی رکھے ، ان کے علم میں، عمر اقبال میں اور وقت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس۔

فدائے ابوالفداء

سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی غفرلہ

تقریظ

از: حضرت العلامہ پروفیسر ڈاکٹر **محمد مصطفی شریف نقشبندی مجددی** مدت فیوضہ

خلیفہ حضرت ابو الفداءؒ، سابق ڈین جامعہ عثمانیہ، و ڈائرکٹر دائرۃ المعارف العثمانیہ



الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين و على آله الطيبين الطاهرين و صحبه الأكرمين أجمعين و بعد!

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا (الفتح: ۲۹)

حضور نبی کریم، رؤف و رحیم ۔ علیہ الصلاۃ والتسلیم الف الف مرۃ ۔ کے جانثار صحابہ کرام ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ۔ کی شان میں رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ: (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں، آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ تو دیکھتا ہے انھیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدہ کرتے ہوئے۔ طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے۔ ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں مذکور ہیں۔ نیز ان کے صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں۔ یہ (صحابہؓ کرام) ایک کھیت کی

مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹّھا پھر تقویت دی اس کو پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اپنے تنے پر (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تاکہ (آتش) غیظ میں جلتے رہیں انھیں دیکھ کر کفار۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرتے ہیں ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔

اسد اللہ و اسد رسول اللہ ﷺ و سید الشھداء، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی آیتِ مذکورہ کی واضح تفسیر تھی۔ آپ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کے جوش و خروش میں زبردست اضافہ ہوا اور بلا خوف و خطر کعبۃ اللہ شریف میں تلاوتِ قرآنِ مجید اور دیگر عبادات میں مصروف رہنے لگے۔

ہجرت سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'رحماء بینھم' کے پیکر بن کر رہے اور ہجرت کے بعد دوسرے ہی سال بدر کا موقعہ آیا تو 'أشداء علی الکفار' کی تلوار بن کر سرداران مکہ اور مغرور و متکبر مشرکین کا سر نیچے کیا اور جب احد کا معرکہ پیش آیا تو یہاں بھی پہلے ہی مرحلہ میں مسلمانوں کو جیت کے قریب پہنچا دیا مگر چند صحابہ کی اجتہادی خطاء کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ مسلمانوں کے خلاف ہو گئی اور کئی صحابہ جامِ شہادت نوش کیے جن میں قابلِ ذکر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جنکی نعشِ مبارک کا مثلہ کیا گیا جسکو دیکھ کر رحمۃ للعالمین کو شدید صدمہ ہوا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت، عہدِ طفولیت، عہدِ شباب، مکی اور مدنی زندگی کی محقق و مدلل تفصیلات زیرِ نظر کتاب میں پڑھنے کو ملیں گی جس کو

عزیزم ڈاکٹر سید خلیل اللہ بشیر۔حفظہ اللہ۔نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ جمع کیاہے۔معتبر کتابوں سے مراجعت اور ضروری حاشیے اس کتاب کی خصوصیات میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہیکہ مؤلف کی اس سعی مبارک کو سعیاً مشکوراً بناکر ان کیلئے اور تمام قارئین کیلئے حصولِ برکات و سعادت کا ذریعہ بنادے اور کتابِ ہذا کو قبول عام عطا کرے۔

آمین بحرمة سید المرسلین۔صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

۶/نومبر ۲۰۲۰ء

کاتب الحروف

(حضرت العلامہ پروفیسر ڈاکٹر) محمد مصطفےٰ شریف (مدت فیوضہ)

خادم علوم القرآن الکریم

حرفِ آغاز از مؤلف

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على أفضل الأنبياء والمرسلين ، المبعوث رحمة للعالمين ، نبينا و قدوتنا محمدﷺ الأمين وعلى آله الطيبين الطاهرين ، و صحبه الأكرمين أجمعين ، و من سار علي نهجه إلي يوم الدين. أما بعد!

اللہ عزوجل نے ہمیں یہ زندگی عطا کی ہے جس کا مقصد اس خدائے وحدہ لاشریک کا عرفان اسی کے حبیبِ لبیب و عبد منیب ﷺ کے وسیلہ اور ذریعہ سے ہو، اگر وہ وسیلہ اور ذریعہ کو درمیان سے ہٹادیا جائے تو وہ یہودیت یا نصرانیت تو ہوسکتی ہے مگر مسلمانی نہیں ہوسکتی۔ اس عالمِ فانی میں کچھ لوگ فیض لینے کے قابل ہوتے ہیں تو کچھ فیض دینے والے ہوتے ہیں۔

فیض رساں وہی لوگ ہوسکتے ہیں جنہوں نے اپنی جان، مال، آل و اولاد محبوبِ خداوندی قدوس ﷺ کے قدموں میں نچھاور کرے، اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سکینہ نازل ہو ان کے مراقدِ منورہ پر کہ جو نہ صرف خود رسول اللہ ﷺ کی محبت و الفت میں جاں نثار کئے بلکہ قیامت تک آنے والے عشاق و محبین کو جاں نثاری کا سلیقہ و قرینہ سکھا گئے۔

انہیں ذواتِ قدسیہ میں کی ایک عظیم ہستی جن پر بہشتِ بریں بھی ناز کرتی ہے، فرشتے جن کے ذکر میں رطب اللسان رہتے ہیں، خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے چہیتے، شہیدوں کے سردار، عشاقانِ محمد ﷺ کے سرتاج، اللہ اور اللہ کے رسول کے شیر، نبی اکرم ﷺ کے چہیتے چچا جان و رضاعی بھائی، حق گو و بے باک، حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وارضاہ کی ذاتِ مبارکہ ہے جن

کی ساری حیاتِ پاک حضور اکرم ﷺ کی الفت، محبت اور جاں نثاری میں صرف ہوئی۔

جب بھی بہادری و بے باکی کی مثال دینی ہوتی ہے تو زبانِ زدِ خاص و عام پر یا تو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ یا سیدنا مولا مشکل کشا سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام آتا ہے۔ سید الشہداء نے نہ صرف اپنی جان کا نذرانہ دیا بلکہ اپنے اعضاء بدن بھی اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا، ایسی نظیر تاریخِ اسلام میں نہیں ملتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ یہ پیغام دیتی ہے کہ ہماری فوز و فلاح، عشق مصطفی ﷺ اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مضمر ہے۔

سبب تالیف: اولاً: بندۂ مسکین، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے در کا ایک ادنی گدا ہے اور آپ کے در کی خیرات مقصدِ حیات ہے، خیال ہوا کہ بار گاہِ سید الشہداء میں کچھ سطور کی شکل میں نذرانۂ عقیدت پیش کرے۔

ثانیاً: بعض کتب اور رسائل جو سیرتِ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر مشتمل ہیں، نظر سے گذریں جن میں علمی خیانت کی گئی اور کئی حقائق سے صرفِ نظر کیا گیا، حسنِ ظن رکھتے ہوئے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ان کے مصنفین تک وہ روایات و حقائق نہیں پہنچی ہوں گی۔ اس رسالہ میں ان حقائق کا احاطہ کیا گیا ہے۔

فقیر ان چند اوراق پر مشتمل اس رسالہ کو حضرت سیدتنا ثویبہ۔رضی اللہ عنہا وارضاھا ۔(جو نبی کریم ﷺ اور سید الشہدا رضی اللہ عنہ کی رضاعی والدہ ماجدہ ہیں) کی بارگاہ میں ہدیۃً پیش کرتا ہے۔

عاجز اس کتاب کو اپنے محسن والد و مشفق مرشد اور آئیڈیل حضرت ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی قادری مجددی قدس سرہ کی جانب منسوب کرتا ہے ، اس کتاب کی تکمیل تک حضرتِ والا نے اپنی رہنمائی اور زرین مشوروں سے سرفراز فرمایا اور اس کی اشاعت ربیع الاول شریف میں مکمل ہونی تھی مگر کچھ وجوہات کے باعث اس کی اشاعت مؤخر کردی گئی۔اسی دوران 20 ربیع الآخر کو آپ ہم سب کو داغِ رفاقت دے گئے۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون۔

حضرت ابورجاءؒ کی رحلت سے یہ عاجز نہ صرف ایک شفیق والد سے جدا ہوا بلکہ ایک عظیم رہنما و رہبر ،مربی بے بدل اور ہر لمحہ مشفقانہ و بےلوث مشوروں سے سرفراز کرنے والی ذات سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گیا ہے۔بہ چشمِ تر کریم پرودگار کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے محبوبوں کے صدقے آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی مرقد میں کروٹ کروٹ سکینہ اور رحمت نازل فرمائے۔

عاجز، استاذِ ذی وقار حضرت العلامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ شریف مدظلہ العالی (سابق ڈین عثمانیہ یونیورسٹی و دائرۃ المعارف العثمانیہ) کا ممنون و مشکور ہے کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کتابِ ہذا کی تصحیح فرمائی اور دعائیہ

کلمات اور تقریظ سے سرفراز فرمایا۔ اللہ عزوجل آپ کے ظلِ عاطفت کو تادیر سلامت رکھے۔

أخیراً! عاجز صدر و منتظمین بزم طلبائے قدیم و محبانِ جامعہ نظامیہ، جدہ، سعودی عربیہ، کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام فرما کر اسے عوام الناس تک پہنچایا۔ جزاھم اللہ أحسن الجزاء—

آمین بحرمۃ سید الاولین والآخرین وعلی آلہ الطیبین الطاھرین وصحبہ البررۃ أجمعین—والحمد للہ رب العالمین—



گدائے پنجتن پاک رضی اللہ عنہم: سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری عفی عنہ

15 صفر المظفر بروزِ دوشنبہ 1441ھ م 14 اکٹوبر 2019

آغازِ کتاب

اسمِ مبارک و سلسلۂ نسب: حمزہ بن عبد المطلب (اصلی نام شیبہ) بن ھاشم (عمرو) بن عبدِ مناف (مغیرہ) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ شجرۂ مبارکہ کے اس حصہ تک کسی کو اختلاف نہیں ہے چونکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضور اکرم ﷺ کا شجرۂ مبارکہ ایک ہی ہے اور آپ ﷺ جب بھی اپنا نسبِ مبارک ذکر فرماتے تو عدنان تک ذکر فرماتے جس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ اور حضرت عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک کے سلسلۂ نسب کو کئی مؤرخین و سیر نگار و صوفیاءِ کرام نے اپنی تواریخ و کتب میں نقل کیا ہے جو تورات سے ماخوذ ہے۔(1)

آپ کی کنیت ابو عمارہ اور ابو یعلی سے موسوم رہی اور آپ "سید الشھداء"، "اسد اللہ"، "امیرِ طیبہ" اور "اسد اللہ و الرسول" کے القاب سے بھی جانے جاتے ہیں۔

آپ کے والد ماجد: سیدنا عبد المطلب، آپ کا اصلی نام عامر اور لقب شیبہ تھا، آپ عبد المطلب کے نام سے اس لیے معروف ہوئے چونکہ آپ کے چچا

---

1) سیرۃ النبی۔ شبلی نعمانی، ص: 106، رحمۃ للعالمین، ص: 21-24-

مطلب کی زیر سرپرستی تربیت پائی تھی چونکہ آپ کے والد فوت ہو چکے تھے۔ آپ کے القاب میں فیاض ، مطعم طیر السماء ، ابو حارث وغیرہ بھی شامل ہیں۔ حضرت عبد المطلب خود فرماتے ہیں:

وَأَوْلَادُهُ بِيْضُ الْوُجُوهِ وُجُوهُهُمْ
تُضِيءُ ظَلَامُ اللَّيْلِ كَاالْقَمَرِ الْبَدْرِ

(ان کی اولاد چمکتے چہرے والی ہے۔ وہ چودھویں کے چاند کی طرح رات کی تاریکی کو روشن کر دیتی ہے۔)(1)

حضرت عبد المطلب کی والدہ کا نام سلمی بنت عمرو تھا، جن کا تعلق بھی مدینہ منورہ سے تھا، حضرت عبد المطلب کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔ بعض مورخین نے آپ کی سنِ ولادت 480ء یا 497ء بتلائی ہے۔ سات یا آٹھ برس تک مدینہ منورہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ (لگتا ہے نبیٔ آخر الزماں کی جائے ہجرت کی فضاء سے خود کو فیضیاب فرما رہے تھے) آپ کے چچا مطلب کے اصرار پر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ان کی وفات کے بعد نوجوانی ہی میں خاندانی قیادت و سیادت کی ذمہ داری حضرت عبد المطلب کے کندھوں پر آگئی۔

آپ ملتِ ابراہیمی پر گامزن تھے، کہیں بھی بت پرستی اور شرک کرنے کا ثبوت پایا نہیں جاتا، اس کے برخلاف آپ کے موحد ہونے کے کئی ثبوت کتبِ احادیث و سیر میں ملتے ہیں۔ جیسا کہ ابراہہ کے کعبۃ اللہ پر حملہ کے وقت آپ کا

1) ديوان شعراء مكة قبل الإسلام - الباب الثالث ، ص: 698-

رجوع الی اللہ اور مناجات کا تذکرہ کتاب اشرف التواریخ ص: 6-11-اور معارج النبوۃ میں تفصیلاً ملتا ہے:

یَا رَبِّ لَا اَرْجوْ لَهُمْ سِوَاکَا ❁ یَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنهُمْ حِمَاکَا

اے رب! مجھ کو تیرے سوا ان دشمنوں کے دور کرنے کے لیے اور کسی سے کوئی امید نہیں، اے رب تو ہی اپنی چیزوں کو ان حبشیوں سے بچا۔

لَا هُمَّ اِنّ الْعَبْدَ یَمْنَعْ ❁ رِحْلَه فَامْنَعْ رِحَالَک

اے اللہ ہر ایک بندہ اپنے گھر کی چیزوں کو بچاتا ہے تو اپنے گھر کی چیزوں کی حفاظت فرما۔

آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت جو اشعار فی البدیہہ کہے تھے وہ بھی آپ کے موحد ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

الحمدللّٰہ الذی أعطانی ❁ هذا الغلام الطیب الاردان

تمام حمد و ثنا خدا اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے یہ پاک دامن لڑکا عنایت فرمایا۔

قد ساد في المهد علی الغلمان ❁ أعیذه بالبیت ذي الأرکان

یہ وہ مبارک فرزند ہے کہ گہوارہ ہی میں تمام کا سردار منتخب فرما دیا گیا، اس کو اللہ تعالی کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لیے اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

حتی أراه بالغ البنیان ❁ أنت الذي سمیته في القرآن

میری خواہش ہے کہ اس کو تا بہ بنیاد رسیدہ دیکھوں، اور آپ نے قرآنِ مجید ان کا ذکر فرمایا ہے۔

أعیذه من کل ذي شنآن ❁ من حاسد مضطرب العنان

میں پناہ میں دیتا ہوں ان کو ہر بغض رکھنے والے کے شر سے اور مضطرب العنان کے حسد سے۔(1)

حضرت عبد المطلب کے بارے ملتا ہے کہ آپ غارِ حرا میں جاکر کئی کئی دنوں تک عبادت میں مصروف و مشغول رہا کرتے۔ حجاجِ کرام کی ضیافت اور ان کی خدمت کرنا آپ کا خاصہ تھا۔

آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ کی وفات کے بعد حضرت عبد المطلب آپ کی ذمہ داری قبول کی اور آپ کا بہت زیادہ خیال رکھتے اور آپ کی تعظیم و تکریم فرماتے، آپ کی حفاظت و صیانت کیلئے ہمہ تن گوش رہا کرتے، اور یہی معاملہ حضور اکرم ﷺ کی جانب سے بھی ہوا کرتا تھا۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت عبد المطلب کا انتقال ہوا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت عبد المطلب کی چارپائی کے پیچھے ٹہر کر آپ ﷺ زار و قطار رو رہے تھے۔

حضرت عبد المطلب 579ء میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، آپ کو حجون نامی قبرستان میں آپ کے جدِ اعلی قصی کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت حمزہ کی والدہ ماجدہ: ھالہ بنت وھیب بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ، یہاں آکر حضرت حمزہ کے والدین کا نسبِ مبارک مل جاتا ہے۔ آپ قبیلۂ بنو زھرہ سے تعلق رکھتی تھیں جو کہ قریش کا ایک قبیلہ تھا۔ آپ سیدنا امیر حمزہ اور سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔

1) سیرت النبویہ۔ ج:1، ص: 208، البدایہ والنھایہ، ج:2، صفۃ مولد النبی ﷺ۔

سیرتِ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت ھالہ ، نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا کی چچازاد بہن تھیں، وھب اور وھیب دونوں سگے بھائی تھے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ حضرت حمزہ کے خالہ زاد بھائی بھی ہوتے ہیں۔(1)

ولادت: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ولادت مکۃ المکرمہ میں ہوئی، تاریخ اور سنِ ولادت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ سے دو سال قبل تولد ہوئے ، جبکہ بعض سیر نگار نے کہا کہ آپ چار سال بڑے تھے۔ جیسا کہ ابن حجر العسقلانی نے چار سال کا ذکر کیا ہے۔(2) اس طرح آپ کا سنِ ولادت 567ء بنتا ہے۔

رضاعت : نبی کریم ﷺ سے قبل حضرت سیدتنا ثُویبَہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا۔ اس طرح آپ دونوں رضاعی بھائی ہوئے۔ اس کی دلیل حدیثِ پاک میں ملتی ہے کہ حضرت علی نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے تجویز رکھی کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر سے نکاح فرمالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: " انها إبنة اخي من الرضاعة " (وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے) (3) مگر اس روایت میں حضرت ثویبہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔

---

1) اسد الغابہ ،ج: 2، ص: 67 – 70، الصحابی: 1251 ، باب الحاء، واللام والمیم، مظاہرِ حق شرحِ مشکاۃ المصابیح، ج: 5، ص: 923، الاصابۃ، ابن حجر عسقلانی، ج: 1 ، ص: 353-

2) الاصابۃ، ج: 1 ، ص: 353 -

3) بخاری، 5100-

امام ابن حجر نے فتح الباری شرحِ بخاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "كانت ثويبة يعني الآتي ذكرها في الحديث الذي بعده ـ أرضعت النبي ﷺ بعد ما أرضعت حمزة"(1)۔

حضرت حمزہ کی وہ دختر جن سے نکاح کا مشورہ دیا گیا تھا معروف قول کے مطابق وہ سیدتنا اُمامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

محدثین و سیر نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثویبہ نے تین فرزندانِ قریشی نبی کریم ﷺ ، اور آپ سے قبل حضرت حمزہ کو اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد المخزومی کو دودھ پلایا ہے۔(2) زمانی و تاریخی ترتیب کے اعتبار سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسمِ مبارک سب سے پہلے ذکر کیا جانا تھا مگر نبیٔ رحمت علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے راوی نے آپ ﷺ کے ذکر کو مقدم کیا۔ اس کے علاوہ کئی اور اشخاص کو حضرت ثویبہ سے شرفِ رضاعت حاصل رہا۔

اس کے علاوہ بعض مؤرخین نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور جہتِ رضاعت کو ذکر کیا ہے اور وہ حضرت سیدتنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ بعض دوسرے مؤرخین نے کہا کہ وہ کوئی اور سعدی خاتون تھیں نہ کہ حضرت حلیمہ سعدیہ۔ واللہ أعلم بالصواب۔

---

1) فتح الباری، ج: 9 ،ص:175- 178-

2) ابن سعد، ج: 1 ، ص:108-110، البلاذري، ج: 1، ص: 94، الطبري، ج: 2، ص: 157-158 -

سیرتِ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تعلق:

1. سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سوتیلے اور شفیق چچا تھے۔
2. حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ اور حضرت حمزہ کی والدہ چچازاد بہنیں تھیں، اس رشتہ سے آپؓ حضور ﷺ کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔
3. حضرت ثویبہ آپ دونوں کی رضاعی ماں ہونے کے لحاظ سے آپ دونوں رضاعی بھائی قرار پائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد:

ابن سعد نے طبقات میں آپ کی تین ازواج کا ذکر کیا ہے ۔

1. **بنت الملۃ بن مالک بن عبادۃ بن حجر بن عوف اوسی انصاری:** ان سے تین اولادیں ہوئیں۔

- یعلی: ان سے پانچ بیٹے ہوئے مگر وہ سب بچپن میں فوت ہو گئے۔ انہی کی نسبت سے آپؓ کو ابو یعلی بھی پکارا جاتا تھا۔
- عامر: آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

2. **خولہ بنت قیس بن قھد بن قیس بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن خزرجی:** آپ ام محمد اور ام حبیبہ سے مشہور تھیں اور آپ سے حضرت عمارہ تولد ہوئے جو لاولد ہی وفات پائے۔ ان کی نسبت کے باعث آپ کی کنیت ابو عمارہ رہی۔
3. **سلمی بنتِ عمیس بن معد بن تمیم بن حارث بن شہران رضی اللہ عنہا:** آپ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں، ان سے ایک لڑکی

تولد ہوئیں ان کا اسمِ مبارک حضرت اُمامہ رضی اللہ عنھا تھا، سیرت میں آپ کئی اور اسماء سے مذکور ہیں جیسے عمارہ، فاطمہ، امۃ اللہ، اور سلمی وغیرہ۔ حضرت امامہ غالباً ہجرت سے قبل تولد ہوئیں۔

سن ۷ھ عمرۃ القضاء کے بعد حضرت امامہ۔رضی اللہ عنہا۔ کی کفالت کے مسئلہ کو لیکر حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف پیدا ہوا، اور ہر کوئی بحیثیتِ وکیل اپنی دعویداری پیش کررہے تھے، جب یہ معاملہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ کہتے ہوئے فیصلہ دیا کہ ان کے گھر میں حضرت امامہ کی خالہ یعنی حضرت اسماء بنت عمیس ہیں اور خالہ ماں کے مشابہ ہوا کرتی ہیں۔ (1)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل حضرت امامہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت میں دیدیا۔ حضور ﷺ نے آپ کا نکاح اپنے سوتیلے بیٹے سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد الاسد مخزومی سے فرمایا جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ رہی اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (2)

---

1) بخاری، کتاب المغازي، باب عمرۃ القضاء ج: 8، ص: 499، الحدیث: 4251 ۔ ابن سعد، ج: 8، ص: 159-160 -

2) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج: 4، ص: 236 -

سیرتِ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قبل از اسلام: آپ جنگِ فِجار (جو عام الفیل کے بیس سال بعد 588 ء عکاظ کے مقام پر لڑی گئی تھی) اور حلف الفضول میں بھی بنفسِ نفیس شریک رہے۔ آپ حضرت ابو طالب کے ہمراہ سیدتنا خدیجہؓ کے رشتہ کی بات چیت میں موجود تھے، حالانکہ خطبہء نکاح حضرت ابو طالب نے دیا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت نوجوان تھے۔(1)

آپ کو بچپن سے شاعری، شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی سے بڑا اشغف رہا، سیر و سیاحت، جنگلوں میں گھومنا پھرنا محبوب ترین مشاغل میں سے ایک تھا۔ خوب رو، حسین و جمیل، درمیانی قد، وجاہت و رعب، آپ کے چہرہ اور آواز سے ظاہر ہوا کرتا، رنگ سرخ و سفید، شجاعت اور عزم کے پیکرِ مجسم تھے۔

قبولِ اسلام:

اسلام ایک فطری مذہب و دین ہے جو سلیم الفطرت اشخاص کو اپنی حقانیت سے اپنے دامنِ رحمت میں داخل کرتا رہا اور کل قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ جب نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دین دی تو کئی ذی شعور و صاحبِ علم و فہم نے دل و جاں سے قبول و تسلیم کیا۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کے پاس تشریف فرما تھے اور ادھر سے عمرو بن ہشام مخزومی جو ابو جہل کے نام سے مشہور تھا، کا گذر ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لعن و طعن اور برا بھلا کہا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادتِ کریمہ کے

---

1) ابن ہشام، ج: 1، ص: 189-190 -

مطابق اس خبیث کی طرف التفات نہیں فرمایا، اس پر ابو جہل آگ بگولہ ہو گیا اور آپ ﷺ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے نہ کوئی جواب دیا نہ کسی سے کوئی شکوہ اور نہ کوئی شکایت۔ مگر یہ منظر عبد اللہ بن جدعان تیمی کی باندی نے دیکھ لیا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس ہوئے تو اس نے کہا: "اے ابو عمارہ! آج آپ کے بھائی کے بیٹے کو ابو جہل نے گالی گلوج کی اور لہو لہان کر دیا"۔ یہ سن کر آپ المسجد الحرام پہنچے، دیکھا کہ ابو جہل رؤساء عرب کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ آپ اس مجمع میں گئے اور اس کے سر پر کمان سے حملہ کیا کہ یہاں تک کہ وہ لہولہان ہو گیا، پھر فرمایا: اے ابو جہل! تیری یہ مجال کہ تو محمد مصطفی ﷺ کو لعن وطعن کرتا ہے، سن لے میں نے ان کا دین قبول کر لیا ہے اور اگر تجھ میں ہمت ہے تو مجھے روک لے۔

ابو جہل کے قبیلہ بنو مخزوم کے لوگ مزاحمت کا ارادہ کیے تو ابو جہل نے یہ کہتے ہوئے منع کیا: ابو عمارہ کو جانے دو غلطی میری ہی ہے۔(1)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسلام کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات تھے، شیطان وسوسے ڈالنے لگا کہ تم عرب کے سردار ہو اور اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ دے رہے ہو؟ تو آپ نے اس بات کا اظہار حضور اکرم ﷺ کے سامنے

1) سیرت ابن ہشام، ج: 1، ص: 290-291 -

کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دلنشین انداز میں اسلام کی حقانیت کو واضح فرمایا، ساتھ ہی ساتھ آپ کی نظرِ کرم نے ان کو آغوشِ اسلام میں داخل کر دیا۔(1)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جو مشرف بہ اسلام ہوئے دراصل یہ سرور کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعاء مقبول کا نتیجہ تھا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت حمزہ، ابو جہل کو پچھاڑنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے بھتیجے! آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ میں ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا! مجھے ایسی باتوں سے خوشی نہیں ملتی بلکہ اگر آپ اسلام قبول فرمالیں تو اس سے زیادہ خوشی ہو گی، تبھی آپ نے اسلام قبول فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے ایک مکمل قصیدہ اللہ عزوجل کی حمد و ثنا اور حبیبِ داور ﷺ کی مدح سرائی میں فی البدیہہ کہا جو آپ کے قادر الکلام شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

حمدت اللّٰہَ حین ھدی فؤادي ❁ إلی الإسلام والدین الحنیفِ

میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کے لئے کھول دیا۔

لدینٍ جاء من ربٍ عزیزٍ ❁ خبیرٍ بالعباد بھم لطیفِ

یہ وہ مبارک دین ہے جو غلبہ والے، بندوں کی خبر رکھنے والے اور اُن پر مہربان پروردگار کی جانب سے آیا ہے۔

---

1) سیرت ابن اسحاق، ص: 172-

إذا تُليت رسائلُه علينا ❁ تحدّر دمعُ ذي اللب الحصيفِ

جب اس اللہ عزوجل کی آیتیں ہمارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کامل عقل رکھنے والے شخص کے آنسو بے اختیار بہہ جاتے ہیں۔

رسائلُ جاء أحمدُ من هداها ❁ بآياتٍ مبينة الحروفِ

یہ وہ باعظمت احکام ہیں کہ اُن کی ہدایت دینے کے لئے حضرت محمد مصطفی ﷺ ایسی روشن آیات لائے ہیں جن کے ہر ہر حرف میں ہدایت ہے۔

وأحمدُ مصطفى فينا مطاعٌ ❁ فلا تغشوه بالقول العنيفِ

اور حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ منتخب اور برگزیدہ ہیں اور آپ ہمارے مقتدا ہیں ، تو اے لوگو! آپ کی تعلیمات کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤ!۔(1)

بعض مؤرخین نے آپ کے قبولیتِ اسلام کو اعلانِ نبوت کے دو سال بعد کہا ہے تو بعض نے پانچویں یا چھٹے سال بعد کہا ہے، آپ کے قبولِ اسلام کے چند دن بعد حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ علامہ ابن حجر، علامہ ابن اثیر، علامہ قسطلانی نے اعلانِ نبوت کے دوسرے سال آپ کے اسلام قبول کرنے والی روایت کو قوی قرار دیا ہے۔

آپ ما قبل اسلام بھی بت پرستی میں کوئی خاص رغبت نہیں رکھتے تھے، آپ کے پسندیدہ مشاغل شکار، گھڑسواری، اور تلوار بازی رہے۔ مگر آپ کے اسلام قبول فرمالینے کے بعد اسلام کو ایک نئی جلا اور قوت ملی، آپ کے رعب و دبدبہ

1) الروض الانف، ج:2، ص: 43، سیرت ابن اسحاق، ص: 173-

کے باعث کفارِ مکہ سرِ عام نہ حضور اکرم ﷺ کو گزند پہنچا سکتے تھے اور نہ ہی کسی صحابیِ رسول ﷺ کو کوئی تکلیف دے سکتے تھے۔

فضائل و مناقب:

- سورۂ زمر، آیت 22 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ - فَوَيْلٌ لِلْقَسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔

بھلا جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے، تو ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے "تفسیر روح البیان" میں لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ بطور خاص سیدنا امیر حمزہ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

واعلم ان الآية عامة فيمن شرح صدره للاسلام بخلق الايمان فيه وقيل نزلت فى حمزة بن عبد المطلب وعلى بن ابى طالب رضى الله عنهما، وابى لهب وولده. فحمزة وعلى ممن شرح الله صدره للاسلام . وابو لهب و ولده من الذين قست قلوبهم فالرحمة للمشروح صدره والغضب للقاسى قلبه۔

یہ آیت کریمہ ان حضرات کے حق میں وارد ہوئی ہے جن کے سینوں میں ایمان کی شمع روشن کر کے انہیں اسلام کے لئے کھول دیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا کہ یہ آیت کریمہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں

اور ابو لہب اور اس کے لڑکے کی مذمت میں نازل ہوئی، کیونکہ سیدنا امیر حمزہ ﷛اور سیدنا علی مرتضیٰ ﷛ یہ وہ برگزیدہ حضرات ہیں جن کے سینوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، اور ابو لہب اور اس کا لڑکا ان لوگوں میں سے ہے جن کے دل سخت ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اس خوش نصیب کے لئے ہے جس کا شرح صدر ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ کا غضب و قہر اس کے لئے ہے جس کا دل سخت ہوگیا۔

- حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: گزشتہ شب جب میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جعفر طیار ﷛ جنت میں فرشتوں کیساتھ پرواز کر رہے ہیں اور حضرت حمزہ ﷛ ایک عظیم تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ (1)
- حضرت سیدنا امیر حمزہ ﷛ کی شہادت کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لئے کوئی اور صدمہ نہیں ہو سکتا، پھر آپ نے حضرت سیدتنا فاطمہ اور اپنی پھوپھی جان حضرت سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: خوش ہو جاؤ! ابھی جبریل امین میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ یقیناً حضرت حمزہ کا نام مبارک آسمان والوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے، حمزہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے شیر ہیں۔ (2)

---

1) مستدرک، حدیث: 4878-

2) مستدرک، حدیث: 4869-

● حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حشر میں سب سے افضل انبیاء و مرسلین رہیں گے اور رسولوں کے بعد سب سے افضل شہداء کرام ہوں گے اور یقیناً شہداء کرام میں سب سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔(1)

● حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب میں جنت میں داخل ہوا تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے میرا استقبال کیا، میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جو سب سے زیادہ فضیلت والا اور اللہ تعالی کے دربار میں محبوب ترین اور میزان میں سب سے زیادہ وزنی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کی خدمت میں درود پیش کرنا اور آپ کی شان و عظمت بیان کرنا، نیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں خدائے تعالی سے درخواست رحمت کرنا۔(2)

اعلانِ نبوت کے ساتویں سال جب کفارِ مکہ نے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب کا سوشیل بائیکاٹ کیا تو اس وقت حضرت سیدنا ابو طالب اپنے تمام قبیلہ والوں کو لے کر شعب ابی طالب میں منتقل ہوگئے، اور یہ مقاطعہ تین سال تک جاری رہا، جس میں سوائے ابو لہب کے سارے لوگ جمع تھے، اور بھوک پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے، ان میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل رہے جو آپ ﷺ کی محبت میں ان مصائب و آلام کو خوشی خوشی برداشت کرتے رہے۔

---

1) جامع الأحادیث۔ امام سیوطی، حدیث 4003۔

2) نزہۃ المجالس، ج: 1، ص: 348۔

ہجرتِ مدینہ منورہ: جب کفارِ مکہ کا ظلم و ستم اپنے انتہائی عروج پر پہنچ چکا تو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پہلے حبشہ کی جانب پھر اعلانِ نبوت کے تیرویں سال اپنے جاں نثار صحابہ کرام ﷺ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا اذن مرحمت فرمایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ مختلف رہا، کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی آکر آپ کو کچھ کہہ سکے یا کوئی گزند پہنچا سکے۔ اسی باعث آپ حبشہ کی جانب ہجرت نہیں فرمائی۔ اپنے اثر و رسوخ رکھنے کے باوجود صرفِ آقائے نامدار ﷺ کے حکم پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، اور حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔ بعض کے نزدیک حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر میں بڑی لگن اور محنت سے شریک رہے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کے حجرے اپنے حجرہ مبارکہ کے ساتھ تعمیر کروائے۔

مواخات: آقائے نامدار ﷺ نے جب مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت سے فیض یاب فرمایا تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان باہمی مواخات (بھائی چارگی) کا حکم دیا۔ اس مواخات میں تقریباً 45-50 مہاجرین اور اتنے ہی انصار شامل رہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی ہونے کا اعلان فرمایا، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلامی اخوت قائم فرمائی۔

غزوات و سرایا: مکہ مکرمہ میں اہلِ اسلام کو کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، البتہ انھیں اس بات کی اجازت تھی کہ وہ کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں۔ اپنا دین چھپا لیں۔ چھپ کر نماز ادا کریں ،مگر اکثر صحابہ نے نہ اپنا دین چھپایا اور نہ ہی چھپ کر نمازیں پڑھیں۔ انھوں نے کفار کے ظلم و ستم کا بہادری و جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

کفار کے خلاف جہاد کی اس لیے اجازت نہیں دی گئی تھی کہ اس طرح بزدل کفار سارا غصہ کمزور اور غریب مسلمانوں پر نکالتے۔ دوسرا یہ کہ مکہ کی وادی میں برتر حیثیت قریش کی تھی جس میں چند ایک کے علاوہ سبھی اسلام مخالف تھے۔ مسلمان اقلیت میں تھے، اس صورت میں جہاد کرنا خلافِ عقل تھا۔

جب حضور اکرم ﷺ مدینہ پاک تشریف لائے تب آپ کی قیادت میں ایک اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا اور یہود و مشرک قبائل کے اتحاد سے مسلمانوں کو ایک نئی طاقت حاصل ہوئی اور وہ اپنی حفاظت کا بندوبست بخوبی انجام دے سکتے تھے۔

جنگِ بدر سے قبل جتنے معرکے رونما ہوئے ہیں ان میں صرف مہاجرین شریک ہوا کرتے، کیونکہ انصارِ مدینہ سے دفاعِ مدینہ کا معاہدہ تھا، جو جنگِ بدر کے وقت انصار نے ہر حالت و مقام پر شریکِ جہاد ہونے کا اعلان کر کے اس معاہدہ کو ختم کر دیا، اس کے بعد مہاجرین و انصار مل کر ہی ہر جنگ میں شریک ہونے لگے۔

سریہء حضرت امیر حمزہ ﷛: ہجرت مدینہ کے صرف سات ماہ بعد ماہِ رمضان المبارک سن 1 ہجری میں نبئ کریم ﷺ نے تیس مہاجرین پر مشتمل ایک دستہ کو ساحلِ سمندر، سیف البحر کی طرف عیص کے مقام پر روانہ فرمایا جس کا عَلم و قیادت حضرت حمزہ ﷛ کو عطا کی گئی۔ اس سریہ کا مقصد یہ تھا کہ تاجرین قریش جو شام سے واپس ہو رہے تھے ان کو روکنا تھا۔ ساحلِ سمندر پر ان کا سامنا ابو جہل کے قافلے سے ہوا جو تین سو گھوڑ سواروں پر مشتمل تھا۔

طرفین نے اپنی اپنی صفوں کو جنگ کیلئے ترتیب دے دیا، اور قریب تھا کہ جنگ کا آغاز ہو، مجدی بن عمرو جہنی جو دونوں فریقین کا حلیف تھا اور اس کے جانبین سے گہرے مراسم و تعلقات تھے، اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے اس جنگ کو امن میں تبدیل کر دیا۔ جب آقائے نامدار ﷺ کو مجدی کی اس سعی جمیل کی خبر ملی تو آپ نے اس کو داد و تحسین سے نوازا۔

مؤرخین کے مطابق یہ تاریخِ اسلام کا پہلا سریہ تھا، جس کی قیادت حضرت امیرِ حمزہ ﷛ کو عطا کی گئی اس کا علم سفید رنگ کا تھا۔ جس کا ذکر خود حضرت حمزہ ﷛ نے اپنے اشعار میں بھی فرمایا ہے:

فما برحوا حتى انتدبت لغارة ❁ لهم حيث حلوا أبتغي راحة الفضل

وہ (مشرکین) اپنے کفر پر اڑے رہے، یہاں تک کہ میں ان کے پڑاؤ کرنے کی جگہ چھاپا مارنے لپکا، مجھے فضیلت و سبقت کی تمنا تھی۔

بأمر رسول الله، أول خافق ❁ عليه لواء لم يكن لاح من قبلي

یہ رسول للہ ﷺ کے حکم سے ہوا، اس سریہ پر پہلا پرچم لہرا رہا تھا جو مجھ سے پہلے ظاہر نہ ہوا تھا۔

غزوۂ ودان۔ غزوۂ ابواء: 12 ربیع الاول سن 2 ہجری یعنی ہجرت کے بارہ ماہ بعد رحمتِ دو عالم ﷺ اپنا پہلا سفر جہاد کا آغاز مقام ابواء کی جانب فرمایا، اس لشکر میں بھی پرچمِ اسلام کو تھامنے کا شرف سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل رہا۔ یہ دستہ بھی قریش کے قافلہ پر چھاپہ مارنے کے ارادے سے نکلا تھا جو ابواء سے چھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ودان سے بچ کر نکل گیا۔ اس جنگ میں بھی قریش سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ قبیلۂ بنو ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو سے معاہدۂ امن ہوا۔ اس غزوہ کو غزوۂ ودان یا غزوۂ ابواء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

غزوۂ ذوالعشیرہ: نبیٔ کریم رؤف ورحیم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ شام سے واپس ہو رہا ہے، اور وہ کارواں میں مکہ کے تقریباً سبھی مرد و زن نے بہت بڑی سرمایہ کاری کی تھی جو کہ کم و بیش پچاس ہزار اشرفیاں پر مشتمل تھی۔ قریش اس سرمایہ کاری کے منافع کو مدینہ منورہ پر حملہ کیلئے استعمال کرنے کا ارادہ کیے تھے، اس حملہ کیلئے کفارِ مکہ نے بڑے پیمانے پر تیاریاں کی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ جمادی الاولیٰ 2 ہجری اس قافلے کو روکنے کے لیے مدینہ سے سو میل دور ینبع کے قریب ایک قلعہ واقع تھا، اس کو مقام عشیرہ (یا ذوالعشیرہ) کہا جاتا تھا، تشریف لائے۔ ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین آپ کے ساتھ تھے۔ اس

وقت پر چمِ اسلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے اٹھار کھا تھا۔ اس مہم میں کسی جنگ کی نوبت نہ آئی، البتہ بنو مدلج اور بنو ضمرہ کے حلیف قبائل سے صلح ہو گئی۔

طبقات ابن سعد اور ابن ہشام میں مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی غزوہ کے دوران ابو تراب کا لقب عطا کیا گیا۔ حالانکہ دوسری روایات میں مدینۂ پاک میں یہ لقب عطا کیے جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

وفی هذه الغزوة كُنِّي علي بن أبي طالب مزاحًا من النبي صلى الله عليه وسلم بـ"أبي تراب" ؛ فحين وجده النبي نائمًا هو وعمار بن ياسر وقد علق به التراب، فأيقظه برجله وقال له: قم أبا تراب۔(1)

اسی غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو "ابو تراب" کے لقب سے سر فراز فرمایا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو استراحت فرماتے ہوئے پایا۔ کچھ گرد و غبار حضرت علی کے چہرہ پر لگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازراہِ شفقت اپنے قدومِ میمنت سے ان کو جگایا اور فرمایا: اٹھو اے ابو تراب۔

غزوۂ بدر: یہ عظیم معرکہ جو کفر اور اسلام کے درمیان فیصلہ کن معرکہ تھا، اس کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے غزوۃ الکبری ، غزوۃ العظمی اور الفرقان۔ ہجرتِ مدینہ کے تین سال گذر جانے کے بعد جب مدینہ پاک میں یہ اطلاع آئی کہ ابو سفیان کا قافلۂ تجارت شام سے واپس ہو رہا ہے، اور اس قافلہ کا

---

1) طبقات ابن سعد، ج: 2، ص: 10، سیرت ابن ہشام، ج: 2، ص: 601-

مقصد بھی غزوۂ ذوالعشیرہ کی طرح مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کیلئے مال و دولت کا جمع کرنا تھا۔

بعض مؤرخین نے یہ بھی کہا کہ اس مہم کا مقصد جنگ و جدال نہیں تھا بلکہ ابوسفیان کے قافلہ کا راستہ روکنا اور اس کو اپنے قبضہ میں کرنا تھا۔

تقریباً ہجرت سے انیس ماہ بعد 12 رمضان المبارک 2 ہجری میں حضور اکرم ﷺ اپنے 313 اصحابِ باوفا کے قافلہ کے ساتھ بدر کی سمت روانہ ہوئے، جن میں 80 اونٹ اور ایک گھوڑا تھا باقی پاپیادہ تھے، سب حضرات باری باری سواری استعمال کر رہے تھے۔ خود نبی کریم ﷺ، حضرت علی اور حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ سواری میں شراکت اختیار فرمائے ہوئے تھے۔

جب ابوسفیان کا قافلہ حجاز میں داخل ہوا تو ان کے جاسوسوں نے اس مہم کی اطلاع دی، اسی لمحہ ابوسفیان نے ضمضم غفاری کو اس کی اطلاع قریش کو دینے کیلئے مکہ مکرمہ روانہ کیا اور مدد طلب کی۔ ابوجہل کی نگرانی میں 950 کفار پر مشتمل ایک دستہ تیار کیا گیا، اور اہل مکہ کو یہ کہا گیا کہ ہمارے قافلۂ تجارت کو مسلمانوں سے خطرہ ہے اس کی حفاظت کیلئے ہمیں اس مہم پر جانا ہے۔

کسی طرح ابوسفیان نے راستے بدل کر مسلمانوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور جب ان کو یہ یقین ہوگیا کہ اب ہم محفوظ ہیں تو وہ قریش کو اس کی اطلاع روانہ کردی کہ اب لشکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور مکہ وپس چلے جائیں۔ مگر ابوجہل نے جنگ پر اصرار کیا، جبکہ کئی سرداران قریش نے بھی یہ رائے دی کہ جب ہمارا قافلہ محفوظ ہے تو اب جنگ کی کیا ضرورت ہے؟ اسی بناء پر کئی لوگ

مکہ مکرمہ کیلئے واپسی بھی اختیار کرلی مگر ابو جہل نے باقی لوگوں کو کسی طرح روک کر جنگ کیلئے تیار کرلیا۔

سب سے پہلا شخص جو اس معرکہ میں قتل کیا گیا وہ اسود بن عبد الاسد مخزومی تھا جس نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے قبضہ والے حوض سے پانی پیے گا یا اپنی جان دیدے گا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کیلئے تشریف لے گئے اور ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیا۔

جب صف آرائی ہوگئی تو سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس بن عبد مناف اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ساتھ میدان میں آیا اور اس سے مقابلہ کیلئے اسی کے بیٹے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لڑائی کا ارادہ فرمایا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ان کے مقابلہ کیلئے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو واصلِ جہنم کیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے وار سے زخمی ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیبہ پر حملہ کرکے اس کو ختم کر دیا اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔

ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا اور عتبہ کا حضرت عبیدہ سے، مگر اصح قول یہ ہے کہ عتبہ کو حضرت حمزہ نے ہی قتل کیا اسی لیے تو اس کی بیٹی ہند زوجہ ابو سفیان نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے بدلہ لینے کی قسم کھائی اور وحشی نامی حبشی غلام کو اس کام کیلئے مال و دولت کی لالچ دی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر میں جن کو واصلِ جہنم کیا:

جن کفار کو آپ نے داخلِ جہنم کیا ان کے نام یہ ہیں: عتبہ بن ربیعہ ، ابو قیس بن ولید مخزومی، اسود بن عبد الاسد مخزومی، نبیہ بن حجاج بن عامر سہمی، عائذ بن سائب مخزومی، شیبہ بن ربیعہ۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جن کو قتل کیا وہ یہ ہیں: حنظلہ بن ابی سفیان، طعیمہ بن عدی نوفلی، زمعہ بن اسود اسدی، عقیل بن اسود اسدی ، ابو قیس بن فاکہ جو ابو جہل کا خاص مدد گار تھا اس کو بھی ایک روایت کے مطابق سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے اور ایک روایت کے مطابق مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے واصلِ جہنم کیا۔

غزوۂ بدر کے دن حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امیہ بن خلف جو کہ کافر تھا، سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا: "وہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کے پر لگا رکھے ہیں؟" انھوں نے بتایا: "یہ حمزہ بن عبد المطلب ہیں"۔ امیہ کہنے لگا: "یہی تو ہے جس نے (آج) ہمیں بڑا نقصان پہنچایا ہے۔"

قریش کہا کرتے تھے کہ بدر میں ہمیں صفیہ کے بھائی حمزہ، بیٹے زبیر بن عوام اور بھتیجے علی بن ابو طالب نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔

اس عظیم معرکہ میں اللہ عزوجل نے پانچ ہزار فرشتوں کو روانہ فرمایا اور اہلِ اسلام کو شاندار کامیابی عطا فرمائی، جس کا ذکر سورۂ آل عمران آیت: 123 میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا

اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ -(اور تحقیق کہ اللہ نے بدر میں تمہاری (مسلمانوں کی) مدد فرمائی دراں حالیکہ تم لوگ کمزور تھے۔ سو اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم (اس بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو۔)

اس عظیم معرکہ سے پتہ چلا کہ کامیابی و ناکامی کا معیار عددی و مادی طاقت پر منحصر نہیں ہے بلکہ تعلق باللہ و بالرسول اس کی کسوٹی ہے، جس طرح صحابۂ کرام نے نبیٔ کریم ﷺ کیلئے اپنی جانثاری پیش کی اس کی مثال آج ہم میں مفقود نظر آتی ہے، آج ہماری ناکامی و ذلت کی اصل وجہ ہمارا تعلق اللہ رسول ﷺ سے ٹوٹ چکا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا☆ رُوحِ محمدﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیّلات ☆ اسلام کو حِجاز و یمن سے نکال دو

غزوۂ بدر میں ستر کفار جہنم کی راہ دیکھے اور اتنے ہی قیدی بنالیے گئے، اور بے شمار مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ فرمایا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا گیا جبکہ دوسرے صحابہ بشمول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

غزوۂ بنو قینقاع: مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبائل آباد تھے، بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ ان تینوں قبائل سے معاہدۂ امن طے پایا تھا، جس کی رُو سے جنگ کی صورت میں فریقین کو ایک دوسرے کی مدد کرنا تھا۔ جنگِ بدر کے موقع پر میثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی کرنے والا پہلا قبیلہ بنو قینقاع تھا جس نے جنگ میں شریک ہونے سے انکار کیا۔ اہلِ اسلام تنہا ہی مشرکین سے معرکہ سر کیے اور فاتح شہر میں داخل ہوئے۔

اس عظیم کامیابی سے یہود کے ہوش اڑ گئے اور مسلمانوں سے حسد و مکر کرنا شروع کر دیا۔ اسی حسد کی بنا پر یہودی مسلمانوں کو تکالیف دینے لگے۔ اسی دوران ایک مسلم برقع پوش خاتون یہودیوں کے بازار میں خرید و فروخت کر رہی تھیں کہ ایک یہودی دکاندار نے ان کے ساتھ بدتمیزی کی، اس پر ایک مسلم شخص نے اس یہودی کا قتل کر دیا۔ اس پر مسلمان اور یہود میں لڑائی کا آغاز ہوا۔ حضور ﷺ بدر کے ایک ماہ بعد یعنی 15 شوال 2ھ بروزِ دوشنبہ یہود پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اس لشکرِ اسلام کا سفید علم بھی حضرت امیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہی عطا کیا گیا تھا۔ یہود اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور خود کو قلعوں میں بند کر لیا، مسلمانوں نے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ پندرہ دنوں تک جاری رہا، آخر کار یہود ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ صحابۂ کرام کے مشورہ پر ان کو مدینہ

پاک سے جلا وطن کر دیا گیا اور وہ یہاں سے شام کے شہر اذرعات میں جا کر آباد ہو گئے۔(1)

غزوۂ احد: غزوۂ بدر میں ذلت آمیز شکست نے کفارِ مکہ کو بڑی تکلیف پہنچائی، اس کا ماتم و سوگ وہ کئی دنوں تک مناتے رہے۔ اس جنگ نے ان کی تقریباً ساری قیادت کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ جو سردار بدر میں مارے گئے تھے ان کے بیٹے اور بیٹیوں نے بدلہ لینے کیلئے ابو سفیان کو امیر منتخب کیا اور اپنے تجارتی قافلہ سے حاصل شدہ سارا منافع اس جنگ کیلئے وقف کر دیا۔ چونکہ ابو سفیان ہی ایک قریشی سردار باقی رہ گئے تھے۔ کفارِ مکہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے بڑے پیمانے پر تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ابو سفیان نے عمرو بن عاص، ابن زبعری اور ابو عزہ کو دیگر قبائل سے بات چیت کرنے اور ان کو جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دینے کی ذمہ داری دی۔

حضرت عباس(2) جو مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، نے حضور اکرم ﷺ کو خط لکھ کر مشرکین مکہ کے ناپاک عزائم کی اطلاع دی۔ اس پر حضور ﷺ نے

1) سیرتِ مصطفی ﷺ، عبد المصطفی اعظمی، ص: 245-

2) آپ حضور ﷺ کے چچا ہیں جو غزوۂ بدر میں مکہ کی جانب سے تشریف لائے تھے، آپ کے قبولیتِ اسلام کی مختلف روایات ہیں۔ بدر کے قیدی کی حیثیت سے گرفتار کیے گئے اور رہائی کے بعد مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے، مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق مکہ میں سکونت اختیار کی تا کہ اہلِ مکہ کے اقدامات کی اطلاع آپ ﷺ تک

اصحابِ باوفا سے مشورہ فرمایا، آپ ﷺ کا بذاتِ خود ارادہ تھا کہ مدینہ شہر کے اندر رہ کر جنگ کی جائے۔ اکابر صحابہ کے ساتھ عبد اللہ بن ابی (جو بعد میں جاکر رئیس المنافقین بنا) کا بھی یہی موقف تھا۔

لیکن صحابہ کی ایک جماعت عرض کرنے لگی: یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم اپنے گھر میں لڑائی کریں گے تو دشمن ہمیں بزدل اور کمزور کہیں گے، آپ ہمیں شہر سے باہر لے کر چلیں تاکہ ہم اپنے جوہرِ شجاعت دکھا سکیں۔ اس جماعت میں حضرت حمزہ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ یہاں تک کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"والذي أنزل عليك الكتاب لا أطعم اليوم طعاماً حتى أجادلهم بسيفي خارج المدينة-"(1) اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآنِ مجید نازل فرمایا، میں آج اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک شہر مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑائی نہ کروں۔

اس مشورہ سے ایک رات قبل سرکارِ دوعالم ﷺ نے خواب میں ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا اور آپ ﷺ اپنی تلوار میں کئی دندان دیکھے اور پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اپنے زرہ کے اندر داخل فرمایا۔ گائے کے ذبح سے مراد وہ صحابۂ کرام جو احد میں شہید ہوئے، تلوار کی دھار میں دندان سے مراد

پہنچائی جاسکے، احد اور احزاب میں خط کے ذریعہ دشمنانِ اسلام کے ناپاک ارادوں سے واقف کروایا۔ (طبقاتِ ابن سعد، ج: 4، ص: 18، سیر اعلام النبلاء، ج: 2، ص: 87)-

1) شرح العلامہ الزرقانی علی المواهب اللدنیہ، ج:2، ص: 394-

اہلِ بیت سے کسی کی شہادت یعنی حضرت امیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور زرہ سے مراد شہر مدینہ تھا۔(1)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان صحابۂ کرام کے مشورہ پر شہر مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کی تجویز کو قبول فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زرہ پہن کر اپنے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے تو صحابۂ کرام نادم ہوئے اور اپنی رائے واپس لینے کا اعلان کیا۔ تب آپ نے فرمایا: یہ نبی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ زرہ پہن لے اور پھر جنگ سے قبل اسے اتار دے۔

دشمنانِ اسلام کا دستہ 3 ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا، جس میں دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ شامل تھے اس کے علاوہ کئی قریشیوں نے اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے آئے تھے تاکہ وہ میدان چھوڑ کر نہ بھاگے، اور یہ خواتین اشعار گا کر اپنی فوج کے جوانوں کا جوش و حوصلہ بڑھارہی تھیں، جن میں قابلِ ذکر: ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان، ام حکیم بنت حارث زوجہ عکرمہ بن ابی جہل، ریطہ بنت منبہ زوجہ عمرو بن عاص وغیرہ۔

ان خواتین نے اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے قتل کا بدلہ لینے کی قسم کھا کر میدان میں آئے تھے، سیدنا امیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہند زوجہ ابوسفیان کے باپ عتبہ، اور چچا شیبہ، اور جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی کو بدر میں داخلِ جہنم کیا تھا۔

1) صحیح بخاری (4018)، صحیح مسلم (2272)، الفاظِ دیگر کے ساتھ امام احمد اور امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اسی بناء پر ہند نے وحشی بن حرب کو جو کہ جبیر بن مطعم کا غلام تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی کیا اور اس کے بدلہ میں وحشی کی آزادی اور بیش بہا انعامات کا وعدہ کیا۔ اسی وجہ سے جب بھی وہ وحشی کے پاس سے گذرتی تو کہتی:

يا أبا دسمة اشف واستشف، وكان وحشي يكنى بأبي دسمة (اے ابو دسمہ! کچھ ایسا کرو جس سے تم شفا (آزادی) پاؤ اور مجھے بھی شفا (اپنے والد اور بھائی کا بدلہ) دو۔ ابو دسمہ یہ وحشی کی کنیت تھی) (1)

کفارِ مکہ کا قافلہ مسلمانوں کے احد پہنچنے سے قبل 5 شوال المکرم سنہ 3 ہجری کو میدانِ احد پہنچ چکا تھا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 1000 فوجی دستے کے ساتھ میدانِ احد کی سمت روانہ ہوئے اور اس کا عَلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو رسالہ کا امیر مقرر فرمایا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو پیدل فوج کا نگران بنایا۔ ابھی صفوں کی ترتیب ہو ہی رہی تھی کہ عبد اللہ بن ابی نے اپنے 300 ساتھیوں کے ساتھ علحدگی اختیار کر لی یہ کہتے ہوئے کہ میرے مدینہ شہر میں رہ کر جنگ کرنے کے مشورہ کو مسترد کر دیا گیا۔ وہ اپنی جماعت کو لے کر مدینہ واپس چلا گیا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد گھٹ کر 700 ہو چکی تھی۔

1) تاریخِ کامل، ج: 1، ص: 293، ابن ہشام، ج: 3، ص: 583، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، ج: 1، ص: 7۔

آغازِ جنگ: رسول اللہ ﷺ جبلِ احد کی وادی میں پہاڑ کو پشت کر کے اپنی صفوں کو ترتیب دیا، میمنہ یعنی سیدھی جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ، میسرہ پر حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ اور درمیان میں حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ کو تعین فرمایا اور حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو 50 تیر اندازوں کے دستہ کا نگران بنا کر کوہِ عینین جو احد کے بائیں جانب واقع ہے، پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ یہ عقبی مورچہ کی سختی سے حفاظت کرنا اور کسی بھی صورت میں یہ مورچہ نہ چھوڑیں۔

حضور ﷺ نے 50 تیر اندازوں پر عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا اور انہیں ایک مقام پر ٹھہرایا اور تاکیداً فرمایا: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری لاشوں کو آکر کھا رہے ہیں تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا۔ یہاں تک کہ میں خود تمہارے پاس پیغام بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم دشمن پر غالب آچکے اور اسے روند چکے ہیں تب بھی تم یہاں سے اِدھر اُدھر نہ جانا، جب تک کہ میں خود تمہارے پاس پیغام نہ بھیج دوں۔(1)

جب جنگ کا باضابطہ آغاز ہوا تو ان کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ نے مسلمانوں کو پنجہ آزئی کیلئے للکارا، اسی لمحہ مولائے کائنات شیر خدا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر ایسا وار کیا کہ آناً فاناً وہ جہنم رسید ہو گیا۔ چونکہ ابو طلحہ خاندان میں علمبرداری کی روایت چلی آرہی تھی، اور عرب اپنی عزت و وقار پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ طلحہ کے قتل کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابو طلحہ ابو شیبہ

1) مسند احمد (10729)۔

میدان میں عَلم تھامنے آیا اور اس کو سید الشہداء نے ایسا وار کیا کہ آپ کی تلوار اس کے کاندھے، سینے سے ہوتے ہوئے نیچے تک چیرتی ہوئی اس کے جسم کو دو ٹکڑوں تبدیل کر دیا۔ عمِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نعرہ بلند فرمایا: انا ابن ساقی الحجیج (میں تو حاجیوں کو پانی پلانے والے (حضرت عبد المطلب) کا بیٹا ہوں) (1)

اس کے بعد اس کا دوسرا بھائی ابو سعید بن ابی طلحہ پرچم تھاما اس کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے تیر کے نشانہ نے ختم کیا، اس کے بعد مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ، حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ، کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ، جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ پھر ارطاہ بن شرجبیل نے جھنڈا لیا اور اس کو حیدرِ کرار نے ختم کیا۔ ایک ہی خاندان کے 8 لوگ کفار کے دستے کی علمبرداری کرتے ہوئے ختم ہو گئے۔(2)

جنگ کا جب ماحول گرم ہوا تو حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم دشمنانِ اسلام کی صفوں میں بے خوف و خطر گھس پڑے اور دلیری و جواں مردی کے ساتھ کفار کی صفوں کا قلع قمع کرنے لگے۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی تلوار عطا فرمائی تھی، جس پر وہ اپنی قسمت پر رشک کرتے جاتے اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے، وہ خود فرماتے

---

1) طبقات ابن سعد، ج: 1، ص: 38۔

2) طبقات ابن سعد، ج: 1، ص: 39۔

ہیں کہ دورانِ جنگ میری تلوار کے نیچے ہند زوجہ ابوسفیان آئی، وہ مدد کیلئے آواز لگائی مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر کچھ لمحہ توقف کے بعد میں نے تلوار کو ہٹالی، جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو آپ نے فرمایا: "کرهت ان اضرب بسيف رسول الله امراة لا ناصر لها۔" (جس عورت کا کوئی مدد گار نہ ہو اس عورت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے حملہ کرنا میں نے برا جانا) (1)

سید الشہدا رضی اللہ عنہ " انا اسد اللّٰہ و اسد رسول اللّٰہ" کا نعرہ لگاتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں دو دو تلواریں لے کر کفار پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

اہلِ اسلام کی صفوں میں افراتفری: ابتدائی حملوں میں مسلمانوں نے زبردست پیش قدمی کی اور مشرکینِ مکہ کو اپنے قدم پیچھے کھینچنے پر مجبور کر دیا، اور کئی لوگ میدان چھوڑ کر فرار ہونے لگے۔ جب کفارِ مکہ کی صفوں میں افراتفری مچی تو وہ تیر انداز جن کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مورچہ پر متعین کیا تھا، مورچہ چھوڑ کر نیچے کی طرف جانے لگے، جبکہ امیر مورچہ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ انہیں روکنے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہے مگر ان میں کی اکثریت اس مقام کو چھوڑ چکے تھے (2)۔ خالد بن ولید (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) موقع پا کر کفار کے ایک دستے کو لیکر اس مقام سے حملہ آور ہوئے اور کوہ عینین

1) مجمع الزوائد، ج: 12، ص: 115۔

2) اس کی تفصیل خاتمۃ الکتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

پر متعین باقی ماندہ صحابۂ کرام کو شہید کرتے ہوئے مسلم فوج پر پیچھے سے حملہ آور ہو گئے، دو جانب سے حملہ کی وجہ سے مسلم خیموں میں سراسیمگی پھیل گئی اور بھگدڑ مچ گئی۔

اسی لمحہ یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ نبی کریم ﷺ اس دارِ فانی سے کوچ فرما چکے ہیں، اس خبر نے تو کئی صحابہ کرام کی ہمتیں توڑ دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مایوسی کے عالم میں اپنی تلوار پھینک دی اور کہا کہ جب آقا ﷺ ہی نہیں رہے تو اب جنگ میں لڑنے کا کیا فائدہ؟ اس پریشانی اور افراتفری کے باعث کچھ صحابۂ کرام میدانِ احد چھوڑ کر مدینہ کی سمت روانہ ہو گئے۔ اللہ عزوجل نے ان ذواتِ مقدسیہ کے اس عمل پر معافی اور بخشش کا مژدہ قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا۔

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت ابو دجانہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر بھرپور حفاظت فرمائی اور اسی دوران آپ ﷺ پر عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر پھینکا جس سے آپ کے سیدھی جانب کے نیچے والے دانت شہید ہو گئے، ہونٹِ مبارک زخمی ہوئے۔

ابن جوزی نے محمد بن یوسف حافظ فریابی سے نقل کیا ہے کہ جس نے (یعنی عتبہ بن ابی وقاص) رسول اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک کو شہید کیا تھا اس کے گھر جو بچہ پیدا ہوتا اس کے وہ دانت جس کو رباعیہ کہا جاتا ہے نہ اگتا تھا۔(1)

---

1) زرقانی علی المواہب، ج: 1، ص: 38۔

ابن قمہ نے چہرہ مبارک کو ایسا زخمی کیا کہ خود کے دو حلقے آپ کے رخسارِ مبارک میں دھنس گئے، جس کو حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالے، جس سے ان کے سامنے کے دونوں دانت نکل گئے، اور مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کے بہنے والے خون کو چوسنے لگے۔ جب ابن قمہ دوبارہ حملہ کیا تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو علمبر دار تھے، اس کے حملہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے روکا جس کی وجہہ سے وہ جسم سے علحدہ ہو گیا، پھر علمِ اسلام کو بائیں ہاتھ میں لیا وہ بھی شہید ہو گیا تو جھک کر دونوں بازوؤں کے ساتھ سینے سے لگایا، اسی حالت میں آپ شہید ہوئے، اس کے بعد عَلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبِ احد پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دی تب صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے، جس کا تذکرہ سورۂ آلِ عمرآن، آیت: 153 میں ملتاہے۔

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ-

(یاد کرو جب تم (افراتفری کے عالم میں) بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت میں (کھڑے) جو تمہارے پیچھے (ثابت قدم جماعت) رہی تھی، تمہیں پکار رہے تھے۔ پس اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا (یہ نصیحت و تربیت تھی) تا کہ تم اس پر جو تمہارے

ہاتھ سے جاتا رہا اور اس مصیبت پر جو تم پر آن پڑی رنج نہ کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے)

شہادتِ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ:

دورانِ جنگ بھگدڑ میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سباع بن عبد العزی پر حملہ آور ہوئے اور اس کو دوزخ کی راہ دکھائی، یہ سید الشہداء کا آخری شکار تھا۔ اسی اثنا میں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی اسود نے انھیں تلوار لہراتے ہوئے اور مشرکوں کو ٹھکانا لگاتے ہوئے دیکھ کر کہا: ان کی تلوار سے تو کوئی بھی بچ نہیں رہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سباع کو ٹھکانے لگا کر میدان جنگ میں آگے پیچھے حرکت کر رہے تھے کہ یکایک پھسل کر پیٹھ کے بل گرے اور زرہ ان کے پیٹ سے ہٹ گئی۔ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ اپنی گری ہوئی زرہ اٹھانے کے لیے جھکے تھے کہ وحشی جو نیزہ پھینکنے کا ماہر تھا، ایک پتھر کی اوٹ میں چھپا بیٹھا ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نگرانی کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔

وحشی نے اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک حربہ تاک کر مارا جو آپ کے ناف کے نچلے حصے میں جا کر لگا۔ آپ اس کے باوجود غضبناک شیر کی طرح وحشی کی طرف لپکے، لیکن ہمت نہ ہوئی اور اٹھ نہ سکے۔ آپ کی روحِ مبارک اعلی علیین کی طرف پرواز ہو گئی۔ اس وقت آپ کی عمرِ مبارک انسٹھ برس تھی۔

وحشی آپ کی روح کے پرواز ہونے تک انتظار کرتا رہا، پھر آپ کے قریب جا کر اپنا برچھا نکالا اور لشکر میں گم ہو گیا۔

دراصل یہ حضور ﷺ کے اس خواب کی تعبیر تھی جو آپ نے جنگ سے پہلے دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار ذوالفقار کی دھار میں دندانہ پڑ گیا ہے۔

آنے والی سطور میں حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کے مثلہ بنائے جانے اور بے حرمتی کیے جانے والی روایات کا ذکر آئے گا کیونکہ بعض حضرات آپ کے جسمِ مبارک کی بے حرمتی کا سرے سے انکار کرتے ہیں، اور صرف جبیر بن مطعم کے بدلے سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ جو کہ حقائق سے چشم پوشی کرنا اور علمی خیانت ہے۔

جسدِ مبارک کی بے حرمتی: جب وحشی کو یہ یقین ہو گیا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وفات پا چکے ہیں تو وہ آپ کے جسدِ مبارک کے قریب آیا اور آپ کا پیٹ چاک کیا، اور آپ کا کلیجہ نکالا اور ہند کے پاس لا کر کہا کہ یہ حمزہ کا کلیجہ ہے، اس نے اسے چبایا اور نگلنا چاہا لیکن وہ نگل نہ سکی بلکہ اس کو اگل دیا۔ جب اس بات کی خبر نبیٔ کریم ﷺ کو ملی تو آپ نے فرمایا: "إن الله قد حرم علي النار أن تذوق من لحم حمزة شيئاً أبداً "(1) (بے شک اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حمزہ کے گوشت کو کبھی چکھ بھی سکے) دوسری روایت یہ

1) استیعاب، حافظ ابن عبد البر، ج: 4، ص: 1923، تاریخ مدینۃ دمشق، ج: 37، ص: 491-490،

اضافہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے: " لو أدخل بطنها لم تمسها النار"(1)
(اگر وہ کلیجہ ان(ہند) کے پیٹ میں چلا جاتا تو ان کو بھی آگ نہ چھوتی)۔
جب وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ ہند کو دیا تو اس نے بطورِ انعام اپنے زیور اور کپڑے دیدیئے اور مکہ جاکر مزید 10 دینار انعام دینے کا وعدہ کیا، وہ اس سنگدل خاتون کو آپ کے جسمِ مبارک کے پاس لے کر آیا اور وہ(ہند) آپ کے اور دیگر شہداء کے ناک، کان یہاں تک کہ آلۂ تناسل بھی کاٹ دیے، اور ان سارے اعضاء کو دھاگے میں پرویا اور ان کے کڑے، بازو اور ہار بنا کر اپنے ہاتھوں اور گلے میں پہن کر اسی حال میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی۔
فقال: هذه كبد حمزة فأعطته ثيابها و حليها، و وعدته إذا وصلت إلى مكة تدفع له عشرة دنانير ــ و جاء بها إلى مصرع حمزة – رضى الله عنه – فجدعت أنفه و أذنيه، أي وفى لفظ: فقطعت مذاكيره، و جدعت أنفه و قطعت أذنيه، ثم جعلت ذلك كالسوار فى يديها و قلائد في عنقها، واستمرت كذلك حتي قدمت مكة ــ(2)
ہند کے علاوہ معاویہ بن مغیرہ اور ابوسفیان بن حرب نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لاشِ مبارک کا مثلہ کیا یا اس پر چوٹیں لگائیں۔(3)

---

1) سیرۃ حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج: 2، ص: 331، الاکمال في أسماء الرجال، خطیب تبریزی، ص: 4۔
2) سیرۃ حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج: 2، ص: 331، الاکمال في أسماء الرجال، خطیب تبریزی، ص: 4۔
3) ابن ہشام، ج: 2، ص: 93، انساب الاشراف، ج: 1، ص: 338۔

بعض حضرات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کے مثلہ بنائے جانے والے اس واقعہ کو ایک جھوٹا اور موضوع قرار دیتے ہیں، اور اس کو اہلِ روافض کی روایات سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں بندۂ عاجز حضرت شیخ محقق عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ کی تشریح اور تطبیق ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"جب وحشی اپنے آقاء جبیر بن مطعم کے کہنے پر احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے ارادہ سے چلا تو راستے میں ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان مادرِ معاویہ ملی، یہ وحشی کے پاس جب بھی پہنچی اسے ترغیب دیتی کہ مردانہ شان سے رہنا۔ کیونکہ جب تک تو ہماری خاطر داری نہ کرے گا تجھے آزادی میسر نہ آئے گی، میں بہت کچھ دوں گی کیونکہ میرے باپ عتبہ کو روزِ بدر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہی مارا تھا"۔ پھر آگے فرماتے ہیں: "اور ہند نے (بطورِ انعام) اس کو اپنے کپڑے اور زیور دے دیئے۔ اور وعدہ کیا کہ مکہ پہنچ کر سونے کی دس اشرفیاں دیں گی۔ ہند نے مجھے کہا کہ مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں ان کی لاش ہے؟ میں اسے وہاں لے گیا۔ اس نے ناک، کان اور ہاتھ کاٹ لیے اور اپنے ساتھ مکہ میں لے آئی۔ اسی بناء پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جگر کو چبانے والی ہند کو 'آكِلَةُ الاكبَادِ' جگر کھانے والی کہا جاتا ہے۔" (1)

---

1) مدارج النبوۃ، ج: 2، ص: 164-165۔

ہندا ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر با آوازِ بلند یہ اشعار پڑھنے لگیں: (1)

نحن جزيناكم بيوم بدر ★ والحرب بعد الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے بدر کا بدلہ لے لیا ہے، پہلی لڑائی کے بعد ہونے والی دوسری جنگ زیادہ بھڑکنے والی ہوتی ہے۔

ماكان عن عتبة لي من صبر ★ ولا أخي وعمه وبكري

مجھے اپنے باپ عتبہ کے غم کی برداشت تھی نہ اپنے بھائی ولید، اس کے چچا شیبہ اور میرے پلوٹھے (پہلا بچہ) کی طرف سے صبر تھا۔

شفيت نفسي وقضيت نذري ★ شفيت وحشي غليل صدري

میں نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا، اپنی منت پوری کر لی، اے وحشی تو نے میرے سینے کی آگ بجھا دی۔

فشكر وحشي على عمري ★ حتى ترم اعظُمي في قبري

پس میں ساری عمر وحشی کی مشکور رہوں گی، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں گل جائیں۔

وحشی دربارِ رسالت مآب ﷺ میں: وحشی کا خود کہتے ہیں کہ میں جنگ سے واپس آکر مکہ مکرمہ میں رہا، فتح مکہ کے وقت جب حضور ﷺ بحیثیتِ فاتح شہر مکہ میں داخل ہوئے تو میں طائف بھاگ گیا، کچھ وقت بعد دیکھا کہ طائف کے قبائل بھی اسلام کے زیر سایہ آنے لگے ہیں، میں اپنی زندگی سے مایوس ہو کر

1) سیرت ابن ہشام، ج: 2، ص: 92، قصائدِ ھند بنت عتبہ، ص: 18۔

کسی دوسرے ملک جانے کا ارادہ کیا، اسی دوران مجھے بتایا گیا کہ اگر میں اسلام قبول کرلوں تو مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔ میں نے اسلام قبول کرنے کیلئے خود کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنی شفیق چچا کا ایسی بے دردی سے قتل کرنے والے قاتل کو دیکھ کر اس کو قتل کرنے یا اس کے ٹکڑے کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا: مجھے ایک شخص کا اسلام قبول کرنا کئی بلکہ ہزاروں کفار کے قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے وحشی کو کلمۂ شہادت پڑھایا اور اپنے سامنے بٹھایا اور دریافت کیا: مجھے تفصیل بتاؤ کہ تم نے کیسے میرے چچا جان کو شہید کیا۔ میں نے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ کی آنکھیں برسنے لگیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ما تستطيع أن تغيب عني وجهك (اپنے چہرے کو مجھ سے چھپائے رکھنا، یعنی میرے سامنے مت آیا کرو)۔(1)

جو وحشی کل تک کفر و الحاد کی وادیوں میں گھوم رہے تھے، وہ آج وحشی رضی اللہ عنہ بن گئے اور پھر ساری عمر حضور ﷺ کے سامنے تشریف نہیں لائے، جب آقائے نامدار ﷺ اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے تو دورِ خلافتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں مسیلمہ کذاب نے جھوٹے نبوت کا دعوی کیا۔ امیر المؤمنین نے پہلے حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو امیر بنا کر اس کی سرکوبی کیلئے ایک دستہ روانہ فرمایا، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

---

1) مسند احمد بن حنبل (16121)۔

میں بھی اس لڑائی میں شریک رہا اور ارادہ تھا کہ کسی طرح مسیلمہ کو قتل کر سکوں، اور میرے ساتھ وہی حربہ تھا جس سے میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ موقع پاتے ہی میں نے اپنا حربہ اس کی چھاتی کے بیچ مارا اور وہ اس کے کندھوں سے آر پار ہو گیا۔ پھر ایک انصاری صحابی نے اپنی تلوار سے اس کذاب کے سر پر وار کرتے ہوئے کام تمام کر دیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں نے دورِ جاہلیت میں خیر الناس (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا تو دورِ اسلام میں شر الناس (مسیلمہ) کو قتل کیا۔(1)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کی تلاش: جب کفارِ مکہ واپس چلے گئے تو مسلمان اپنے شہداء کے جسموں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے چچا کے بارے میں دریافت فرمارہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسدِ مبارک کو تلاش کیا اور آپ کے مبارک جسم کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگے، واپس جاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتِ واقعہ سے باخبر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ کیا کوئی لاش کے ساتھ بھی اس قدر درندگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے؟ پیٹ چاک کر دیا گیا، قلبِ مبارک کو نکال دیا گیا، چہرہ مبارک سے ناک، آنکھ، کان سب توڑ پھوڑ دیا گیا تھا۔

1) صحیح بخاری(4072)، مسند احمد بن حنبل(16077)۔

کیا عجب منظر رہا ہو گا کہ ہر کوئی راہِ حق میں اپنی جان اور مال کا نذرانہ پیش کیا کرتے ہیں، مگر قربان جائیں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی عظمتوں اور جاں نثاری پر کہ آپ نے نہ صرف اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا بلکہ اپنے اعضاء جسم کو بھی راہِ خدا و مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں قربان کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قابلِ رشک حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدس سے آنسوؤں کی برسات جاری ہوگئی یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔ دل گیر اور غمگین حالت میں ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی پھوپھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن حضرت صفیہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا کے غم کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کی میت کو یہیں چھوڑ دیتا تاکہ حشر کے دن ان کا حشر درندوں کی پیٹوں اور شکاری پرندوں کے پوٹوں پر ہو۔(1)

اسی دل گیر کیفیت میں فرمایا: اگر اللہ مجھے قریش پر غلبہ عطا فرمائے تو میں ان کے تیس، دوسری روایت میں ستر، مردوں کا مثلہ کرتا۔ حمزہ، آپ کی شہادت سے بڑھ کر مجھ پر نہ کوئی مصیبت آئے گی اور نہ آج سے زیادہ غیظ و غضب دلانے والا موقع ملے گا۔

اس وقت سورۂ نحل کی یہ آیات نازل ہوئیں: وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ۔ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ (اگر آپ انہیں سزا دینا

1) مستدرک،(519/1) ، بیہقی، سنن کبری(16/4) ،دار قطنی(5/205-206)۔

چاہتے ہوں تو انہیں اتنا ہی سزا دیجیے جتنی زیادتی وہ آپ کے ساتھ کیے ہیں۔ اور اگر آپ صبر کریں تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت بہتر ہے۔)

چنانچہ آپ ﷺ نے صبر و تحمل کو خود بھی اختیار فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔ مگر آپ کے قلبِ مبارک پر اس واقعہ کا شدید رنج و غم ہوا ، چنانچہ واپسی پر جب آپ کا گذر بنو عبد الاشہل کی بستی پر سے ہوا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے قبیلہ کے شہدا کا غم مناتے ہوئے رو رہے ہیں، تو آپ کی چشمانِ اقدس سے پھر آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہو گیا اور رونے والی عورتوں سے کہا: (سب شہداء پر آنسو بھانے والے ہیں) مگر میرے چچا حمزہ کیلئے کوئی رونے والا نہیں ہے۔ اسی دوران حضرت جبریل تشریف لائے اور فرمایا: ساتوں آسمانوں میں ' حمزة أسد اللّٰه و أسد رسوله '(حمزہ اللہ اور اللہ کے رسول کے شیر ہیں) لکھ دیا گیا ہے۔(1)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آمد اور صبر و استقلال: جب حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں کو آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ جسدِ مبارک کے پاس تشریف لانے لگیں، حضور ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو حضرت صفیہ کے بیٹے تھے، کو فرمایا: انھیں واپس لے جاؤ، یہ اپنے بھائی کے خستہ حال جسد کو دیکھنے کی تاب نہ لا پائے گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور اپنی والدہ کو روکنے کی کوشش کیے

1) مستدرک،(4881)۔

تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کے سینے پر گھونسہ مارا اور کہا ہٹ جاؤ، مجھے میرے بھائی پاس جانے دو۔ تب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ آپ کو واپس بھیج دوں۔ تب آپ نے کہا: ان شاء اللہ! میں ضرور اجر و ثواب کی امید رکھوں گی اور صبر کروں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد آپ لاشۂ اسد اللہ و الرسول پر حاضر ہوئیں اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور بھائی کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔ پھر جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینے پر رکھا اس لیے کہ کہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لاشہ دیکھ کر ان کے دماغ پر کوئی اثر نہ ہو جائے۔ اس کے بعد آپ کے آنسو بہنے لگے اور غم ہلکا ہو گیا۔(1)

اسی طرح حضرت فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہما احد سے واپسی کے موقع پر مسلمانوں کے لشکر کے پاس پہنچی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابو بکر جواب دینے کی تاب نہ رکھنے کے باعث کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں۔

جب حضرت فاطمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور پوچھا: یارسول اللہ میرے والد کہاں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نم آنکھوں کے ساتھ فرمایا: اے فاطمہ! آج کے بعد میں ہی تمہارا والد ہوں۔ وہ سمجھ گئیں اور زار و قطار رونے لگیں، ان کے رونے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رلا دیا۔ پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

1) سیرۃ حلبیہ، ج:2، ص:335۔

میرے والد کی شہادت کا واقعہ بیان فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو برداشت نہیں کر پاؤ گی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سید الشہداء کے کفن کیلئے دو چادریں پیش کیں، جن میں سے ایک میں آپ کو کفن دیا گیا جبکہ دوسری چادر ایک انصاری صحابی جن کی لاش کا بھی مثلہ کیا گیا تھا ان کو دے دیا گیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے کفن کی چادریں اس قدر چھوٹی تھیں کہ سر ڈھانپا جاتا تو پیر برہنہ ہو جاتے، اور جب پیر ڈھانپے جاتے تو سر سے چادر سرک جاتی۔ اس پر حضور ﷺ نے حکم فرمایا: چادر سے ان کے چہرے ڈھانک دو اور پاؤں پر حرمل یا اذخر گھاس ڈال دو۔

حضور اکرم ﷺ نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر اس کے بعد دوسرے 70 شہداء کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت حمزہ کو آپ کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں رکھا گیا۔ ان کی میت کا بھی مثلہ کیا گیا تھا، تاہم آپ کا جگر اور دل محفوظ تھا۔

شہداءِ احد کی مزارات کی زیارت سنتِ مصطفی ﷺ: حضور اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ہر سال وادی احد جاتے اور گھاٹی کے کنارے پر کھڑے ہو کر دعا فرماتے: اے شہدا! تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے تم پر سلام۔ خوب بہتر ہو تمہارا اخروی ٹھکانہ۔ اور اس زیارتِ قبور والی سنت پر حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی برابر عمل کرتے رہے۔ سیدۂ

کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہر جمعہ کے دن حضرت حمزہ ؓ کی قبر پر جاکر جھاڑ پونچھ کرتیں، آپ کی جدائی میں روتیں اوران کے لیے دعائیں فرماتیں۔(1) آپ نے قبر کے گرد پتھر رکھ کر نشان لگایا تھا۔ اور آپ کا یہ معمول اپنی وصالِ مبارک تک جاری رہا۔

اس حدیثِ مبارک سے دو باتوں کا ثبوت ملتا ہے، پہلا آپ ﷺ حضرت حمزہ ؓ کی مزارِ پاک پر ہر سال دن مقرر فرماکر تشریف لیجاتے، اس سے پتہ چلا کہ مسجد حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصی کے علاوہ کسی اور مقام پر ثواب کی نیت سے سفر کرنا سنتِ نبوی ہے۔ اگر میدانِ احد کی زیارت باعثِ ثواب نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ اور آپ بعد کے آپ کے خلفاء کبھی تشریف نہیں لے جاتے۔اس کے علاوہ دن اور تاریخ متعین کرکے صالحین کے مزارات کی زیارت کرنا، اعراس کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔

دوسری بات، خواتین کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے قبور زیارت کرنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا ہر جمعہ مدینۂ پاک سے حضرت حمزہ ؓ کی مزار کی زیارت کے قصد وارادہ کے ساتھ تشریف لایا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ قبور پر پہچان کیلئے نشانی لگانا یہ بھی جائز ہے۔

---

1) مستدرک(1396)، ابن حبان(8/ 275)، تاریخِ کبیر، للبخاری(4/11) اور امام حاکم نے کو صحیح کہاہے۔

واقعۂ احد کے 8 سال بعد حضور اکرم ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہداء احد پر نماز پڑھی، اس کے بعد آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطاب فرمایا:

إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ، وأَنَا شَهِيْدٌ عليْكُمْ، وَ إِنِّي واللهِ لأَنْظُرُ إلى حَوْضِي الْآنَ، وإِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ - أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ - وإِنِّي واللهِ مَا أَخَافُ عليْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، ولَكِنْ أَخَافُ عليْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيهَا - (1)

میں تم سے پہلے جانے والا ہوں اور وہاں تم لوگوں کے کام بنانے والا ہوں۔ میں تم پر گواہی دوں گا اور اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت (یہاں سے) دیکھ رہا ہوں، مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیدی گئی اور قسم اللہ کی مجھے میرے بعد تمہارے شرک کا خوف نہیں۔ لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیاداری میں پڑ کر ایک دوسرے سے رشک وحسد نہ کرنے لگو گے۔

قبر مبارک کی کشادگی: حضرت عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں میدانِ احد سے پانی کی نکاسی کیلئے نہر نکالنے کا فیصلہ کیا۔ انھیں بتایا گیا کہ اسے شہداء کی قبروں کے اوپر ہی جاری کیا جا سکتا ہے تو انھوں نے قبریں کھولنے کی اجازت دے دی۔ صحابہ کرام کے اجسادِ مبارکہ دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے نکالی گئیں تو دیکھنے والے لوگوں

1) صحیح بخاری، کتاب المناقب (4/61)، کتاب الرقائق (6590)، صحیح مسلم (2296)، مسند احمد (4/153)۔

کو ایسے لگا جیسے وہ سو رہے ہیں (جبکہ یہ واقعہ کئی سالوں بعد پیش آیا)۔ کھدائی کے دوران حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کدال لگی تو آپ کے قدم پاک سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ (1)

اس سے پتہ چلا کہ زمین انبیاء کرام کے ساتھ ساتھ شہدا اور صالحین کے اجسادِ مبارکہ کو بھی نقصان نہیں پہنچاتی ہے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پاک مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تلقین فرمائی کہ اس دعا کو لازم کرلو: اللهم إني أسألك باسمك الأعظم و رضوانك الأكبر (اے اللہ! میں تیرے اسمِ اعظم اور تیری عظیم رضوان کے وسیلہ سے مانگتا ہوں) ۔ (2)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ سے پہلے ہر نبی کو ے معزز رفقا دیے گئے تھے، جب کہ مجھے چودہ رفقا یا نقبا (سات قریش سے اور سات باقی مہاجرین میں سے) دیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: میں (علی)، میرے دونوں بیٹے (حسن و حسین)، جعفر، حمزہ، ابو بکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، مقداد، ابو ذر، عمار، اور عبد للہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ (3)

---

1) البدایہ والنہایہ، ج: 4، ص: 43، ابو نعیم ص: 207، وفاء الوفاء، ج: 2، ص: 116۔
2) المعجم الکبیر (2959)۔
3) جامع ترمذی (3785)۔

غسیلِ ملائکہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت حنظلہ بن راہب رضی اللہ عنہما کی شہادت ہوئی اس وقت وہ دونوں حالتِ جنابت میں تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان دونوں کو غسل دے رہے ہیں۔

عن ابن عباس قال: " أصيب حمزة بن عبد المطلب وحنظلة بن الراهب،وهما جنب، فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: رأيت الملائكة تغسلهما."(1)

حضرت سید الشہداء کا فیض و کرامات: حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری بہن رات کے وقت ایک مرتبہ سیدنا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی مزار مبارک پر پہنچے، جب ہم نے کہا: السلام عليك يا عم رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو ہمیں واپس جواب آیا: وعليكم السلام ورحمة اللّٰه۔(2)

اس سبیل کے کئی واقعات و مشاہدات کتبِ سیر و اہل دل کے ہاں موجود ہیں، جو آپ کے مقامِ رفیع کا ظاہر کرتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ جس کسی نے جو بھی مراد لے کر حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اللہ عزوجل نے اس کی جھولی کو رحمتوں اور مرادوں سے بھر دیا۔

1) طبرانی، معجم کبیر (اسنادہ حسن) (3/1489)، حاکم (3/195) اس روایت میں حضرت حنظلہ کا نام موجود نہیں، ابن سعد، ج: 3، ص: 9۔

2) سید الشہداء حضرت حمزہ (مفتی احمد اویسی)، ص: 219۔

عاجز کے والدِ ماجد سیدی و مرشدی حضرت ابو رجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی قدس سرہ جب بھی مدینۂ پاک کا سفر فرماتے تو بڑے اہتمام سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے اور کوئی ایک رات وہیں قیام کا بھی اہتمام فرماتے۔

اولادِ نرینہ کیلئے مجرب وظیفہ: اسلاف سے اولادِ نرینہ کے حصول کیلئے ایک مجرب وظیفہ منقول ہے کہ جب بھی وہ مدینۂ پاک کی زیارت کیلئے سفر کرے تو راستے تمام حتی المقدور درود و سلام کا ورد زبان پر جاری رکھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں اولادِ نرینہ کیلئے اپنا معروضہ پیش کریں۔ اور جب بارگاہِ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میں حاضری ہو تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کریں، تجربہ شاہد ہے کہ اللہ عزوجل ضرور خوشیوں سے دامن کو بھر دے گا۔

خاتمۃ الکتاب

بندۂ مسکین سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس البخاری نے بفضلِ خداوندی قدوس اور اس کے حبیبِ لبیب ﷺ اور سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی نظرِ کرم کے صدقے کچھ سطور جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، عاجز اس رسالہ کو اپنی آخرت کا سرمایہ سمجھتا ہے۔

اس کتاب کی تدوین و ترتیب کے ضمن میں کچھ باتیں اور شکوک و شبہات کا ازالہ ضروری سمجھا گیا جو کہ حسبِ ذیل ہیں۔

❖ اہلِ بیتِ اطہار سے بے پناہ محبت و مودت کرنا یہ عینِ ایمان ہے، اور ان سے بغض و عناد، دین و ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اللہ عز و جل نے قرآنِ مجید میں اور نبی اکرم ﷺ نے بے شمار احادیثِ طیبہ میں اہلِ بیتِ پاک سے محبت کرنے، ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ ان مبارک ذواتِ قدسیہ سے عداوت اور گستاخی کرنے والوں کے بابت فرمایا گیا کہ ان بدبختوں کو بروزِ حشر یہودیوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا چاہے نماز و روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو۔ ان مقدس ہستیوں پر بہ حالتِ نماز درود و سلام پڑھنا ہماری نمازوں کی قبولیت کی ضمانت ہے۔

❖ جمیع اصحاب النبی رضی اللہ عنہم (چاہے اس صحابی کی حضور ﷺ سے صحبت ایک لمحہ کیلئے ہی کیوں نہ ہو) کا ادب اور تعظیم عقائدِ اہلِ سنت و الجماعت کے لوازم میں شامل ہے، اور ان کو نیکی اور اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے، کسی بھی صحابی کو

صراحتاً یا اشارۃً سب و شتم کرنا، حرام ہے۔ خود آقائے نامدار ﷺ نے سب و شتم (سب و شتم کے معنی بہت وسیع ہیں، جس میں گالی گلوج سے لے کر تنقید کرنا بھی شامل ہے) کرنے سے منع فرمایا ہے: لا تسبوا أصحابي فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه۔(1) (میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہا کرو، اگر کوئی شخص احد کے پہاڑ کے برابر سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تب بھی ان کے ایک مد کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مُد کے برابر)

کیا غزوۂ احد میں صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی حکم عدولی کی؟

غزوۂ احد میں حضور اکرم ﷺ نے کوہ عینین پر جو 50 صحابہ کو متعین فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ کسی حال میں یہ مورچہ نہ چھوڑیں۔ مگر ان میں کی اکثریت ابتدائی فتح کے بعد وہاں سے روانہ ہو گئی۔ جس پر بعض مفسرین و سیر نگار نے یہ کہہ دیا کہ نعوذ باللہ وہ مالِ غنیمت کو جمع کرنے اور اس کی طمع میں رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کیے، جبکہ معاملہ ایسا نہ تھا۔ اس کی چند وجوہ پیشِ خدمت ہیں۔

اولاً: ان حضرات کی وہاں سے روانگی کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا: اگر تم دیکھو کہ ہماری لاشوں کو گدھ کھا رہے ہیں تب بھی یہ مقام نہ چھوڑنا۔ تو وہ صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے شکست کی صورت میں

---

1) صحیح بخاری (3397)، صحیح مسلم (4611)۔

کہا تھا نہ کہ فتح و کامیابی کی صورت میں، اسی بات پر اجتہاد کرتے ہوئے وہ اپنے مقام سے روانہ ہوئے تھے، ان کے ذہن و گمان میں بھی آپ ﷺ کی حکم عدولی کا قصد و ارادہ نہ تھا۔

ثانیاً: صحابہ کرام مالِ غنیمت کیلئے کیوں مورچہ چھوڑیں گے، جبکہ اموالِ غنیمت کے تفصیلی احکام جنگِ بدر کے بعد نازل ہو چکے تھے، جن میں صراحتاً کہہ دیا گیا تھا کہ: قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (آپ فرما دیجیے ! مال غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے)۔

ان کو اس بات کا پتہ تھا کہ اگر ہم مالِ غنیمت زیادہ بھی جمع کر لیں تب بھی وہ سارے کا سارا مال بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا اور اس کے بعد ہر ایک پاپیادہ کو ایک حصہ اور صاحبِ سواری کو دو حصے تقسیم ہونے والے ہیں۔ تو ایسی صورت میں غنیمت کے لیے مورچہ چھوڑنے والی بات خلاف قیاس نظر آتی ہے۔

ثالثاً: غزوہ احد میں جب بھگدڑ ہوئی تو چند صحابہ کرام میدان چھوڑ کر مدینہ منورہ واپس چلے گئے تھے جن میں بعض جلیل القدر صحابۂ کرام شامل تھے۔ ان تمام کو اللہ عزوجل نے معاف فرما دیا، اب ہم میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان کو موردِ الزام ٹھہرائیں۔ سورہ آل عمران آیت: 155 میں مژدۂ معافی سنادی گئی۔

صحابہ کے مابین مراتب و درجات کا لحاظ رکھنا:

صحابہ کرام کے مابین مراتب اور درجات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، صحابہ کرام کے مابین مراتب کا خیال نہ رکھا جانا اور سابقون و لاحقون کے فضائل میں اعتدال سے گریز کرنا، فی زمانہ اختلافات اور جنگ و جدال کا سبب بن رہا ہے۔ ہر ایک طبقہ حدِّ اعتدال سے تجاوز کر رہا ہے۔

شیخِ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب اور مشاجرات کا تفصیلی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چاروں خلفاء کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے اعتبار سے ہے، اس کے بعد عشرۂ مبشرہ (1)، پھر اہلِ بدر، اس کے بعد غزوۂ احد میں شریک ہونے والوں کا رتبہ، پھر اہلِ بیعتِ رضوان اور اس کے بعد فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے افضل ہیں۔"(2)

---

1) عشرۂ مبشرہ وہ جن کو ایک ہی حدیثِ پاک میں حضور اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت عطا فرمائی ہے ورنہ اس کے علاوہ بھی کئی اصحابِ باوفا ہیں جن کو جنت کا مژدۂ عطا کیا گیا۔ جیسے سیدۂ کائنات فاطمۃ الزہراء، سید اشباب اھل الجنۃ حسین کریمین، حضرت بلال، سیدتنا خدیجہ کبری سیدتنا عائشہ صدیقہ و غیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس موضوع پر عربی میں ایک کتاب "تحقیق الاشارة الى تعميم البشارة" ترتیب دی ہے جس میں 70 صحابہ کا ذکر کیا جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

2) ملخص: تکمیل الایمان ص: 195-197۔

فتحِ مکہ سے قبل مسلمان ہونے والے اور حضور ﷺ پر اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کرنے والے اور فتحِ مکہ کے بعد اسلام لانے والے نہ برابر ہیں نہ ہو سکتے ہیں، مگر بعد میں ایمان لانے والے بھی صحابی ہیں اور ان کیلئے بھی اللہ عز و جل نے سورۂ حدید (۱۰) میں بہتری اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

❖ بعض صحابۂ کرام کے بعض معاملات میں اختلافات اور مشاجرات جن کو اگرچہ اصحابِ تاریخ و سیر نے تفصیل اور تواتر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ایسے امور اور معاملات کے مطالعہ سے اگرچہ طبیعت میں کدورت اور دل میں نفرت پیدا ہوئے بغیر چارہ کار نہیں ۔ تاہم ان سے چشم پوشی اور کفِ لسان ضروری ہے۔(1)

❖ حضرت وحشی، حضرت ابوسفیان، حضرت ہند، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم ابتداً مخالفینِ اسلام و شارعِ اسلام ﷺ میں شمار کیے جاتے رہے اور ہر لمحہ حضور ﷺ کو تکلیف دینے کی کوشش میں رہا کرتے، مگر بعد میں فتحِ مکہ کے موقع پر بعض اور بعض نے اس کے بعد داخلِ اسلام ہوئے اور ان سب کو شرفِ صحابیت حاصل ہوا۔ جس کی وجہ سے ان کو سب و شتم کرنے والا فاسق و فاجر اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو گا۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

1) تکمیل الایمان، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص: 203۔

منقبت در بارگاہِ حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

دین کے پاسباں سید الشہداءؓ	رفعتوں کا نشاں سید الشہداءؓ
آپ سے دین کو ایسی شوکت ملی	دین کے ترجماں سید الشہداءؓ
ہے وہ اللہ کے مصطفیٰ کے اسد	دین پر یوں فدا سید الشہداءؓ
بی ثویبہ سے نسبت بھی ایسی ملی	ہے اخِ مصطفیٰ سید الشہداءؓ
ہو احد، یا بدر یا کہ کوئی بھی جنگ	دیں کے کُوہِ گراں سید الشہداءؓ
جن کی عظمت بیاں سب ملائک کریں	ہیں وہ رشکِ جناں سید الشہداءؓ
جب بھی مشکل نے مجھ کو ستایا کبھی	میرے لب پہ رواں سید الشہداءؓ
ہاتھ پھیلائے آیا یہ بندہ خلیلؔ	بھیک کر دو عطا سید الشہداءؓ

از: سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری نقشبندی

(فاضل جامعہ نظامیہ و پی ایچ ڈی اسکالر، جامعہ عثمانیہ)

Uhud is a mountain which loves us and we love it. (Bukhari)

BRIEF BIOGRAPHY OF

Leader of martyrs, warrior of Islam, Uncle of the Prophet

HAZRAT SYYIDUNA AMEER-E-HAMZA *Radhi Allahu Anhu*



Compiled by:

Hafiz Syed Shah Khaleelullah Basheer Owais Bukhari

(Fazil Jamia Nizamia & Ph.D Scholar, Osmania University)

Published By :

Abul Fida Islamic Research Centre, Hyd. INDIA